ہمارے قائداعظمؒ

ہمارے

قائداعظمؒ

سید نظر زیدی

سند امتیاز

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

مادرِ ملتؒ پارک، شاہراہ قائداعظمؒ لاہور فون: 14-9201213 فیکس: 9202930

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب کے مندرجات کی ذمہ داری مصنف پر ہے

کتاب	:	ہمارے قائداعظمؒ
مصنف	:	نظر زیدی (سندِ امتیاز)
نگرانِ اعلیٰ	:	ڈاکٹر رفیق احمد
ناشر	:	نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن، لاہور
مطبع	:	نظریۂ پاکستان پرنٹرز، لاہور
مہتمم اشاعت	:	رفاقت ریاض
سرِورق	:	شہزاد یٰسین
نظرِثانی شدہ ایڈیشن	:	2007
تعداد اشاعت	:	2000

Published by

Nazaria-i-Pakistan Foundation

Madar-i-Millat Park, Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.

E-mail: foundation@nazariapak.info Web: www.nazariapak.info

Ph. 9201213-9201214 Fax. 9202930

Printed at: Nazaria-i-Pakistan Printers,

10-Mutlan Road, Lahore.Ph: 7466975

ایمان اتحاد نظم

ادارتی نوٹ

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کی مطبوعات کا ایک واضح مقصد ہے اور وہ ہے پاکستان کی نظریاتی اساس اور عظیم تاریخی اور تہذیبی ورثے سے متعلق معلومات میں اضافہ کرنا، علامہ اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ارفع خیالات اور کارناموں کے متعلق مستند حوالوں سے آگاہی پیدا کرنا اور نئی نسلوں میں ملک و قوم کے بارے میں احساسِ تفاخر کی پرورش کرنا۔ فاؤنڈیشن کو پختہ یقین ہے کہ بانیان پاکستان کے افکار و کردار کے بارے میں مستند معلومات بہم پہنچا کر ہی پاکستانیوں کی آرزوؤں اور مسائل کا صحیح ادراک حاصل ہو سکتا ہے' قوم کے حال اور مستقبل کو سنوارا جا سکتا ہے اور اسے مادی' علمی' نظریاتی اور روحانی بلندیوں تک پہنچایا جا سکتا ہے اور اُس جمہوری روح کو از سرِ نو بیدار کیا جا سکتا ہے جو عظیم تحریک پاکستان کا طرۂ امتیاز تھی۔

سیکرٹری
نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن
کے اغراض و مقاصد

1- نظریۂ پاکستان کے مقاصد کی ترویج و اشاعت اور انہیں اُجاگر کرنا

2- تحریکِ پاکستان کے جذبوں، یادداشتوں اور متعلقہ ریکارڈ کو محفوظ کرنا

3- تحریکِ پاکستان کے متعلق تحقیق کرنا اور ان لوگوں کو اعزاز دینا جنہوں نے پاکستان بنانے کیلئے کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور قربانیاں پیش کیں

4- پاکستان میں اسلام کے اصولوں پر مبنی سماجی، معاشی اور سیاسی نظام کے قیام کی کوشش کرنا جس کا تحریکِ پاکستان کے دوران وعدہ کیا گیا تھا

5- قومی وحدت کو فروغ دینا اور ہر قسم کے تفرقات اور استحصال کے خلاف سینہ سپر ہونا

6- ایک خودمختار، قومی، نظریاتی اور جمہوری ادارے کے طور پر کام کرنا اور پاکستان کے دستور میں درج ''قراردادِ مقاصد'' کے اغراض و مقاصد کے فروغ اور ترویج کیلئے کام کرنا

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1-	قائداعظمؒ کی دین اور قوم سے محبت	7
2-	قائداعظمؒ کی ایمانداری	19
3-	قائداعظمؒ کی خوش اخلاقی	29
4-	قائداعظمؒ کی بے غرضی اور خودداری	40
5-	قائداعظمؒ کی خوش مزاجی	51
6-	قائداعظمؒ کی دانائی	62
7-	قائداعظمؒ کی بہادری	73
8-	ہمارے پیارے قائداعظمؒ	83

قائداعظمؒ کی دین اور قوم سے محبت

آج امی کہانی سنانے بیٹھیں تو انہوں نے کہا ''اسد بیٹے! آج میں تمہیں یہ بتاؤں گی کہ قائداعظمؒ نے سچے دل سے اپنے دین اسلام کی حفاظت اور اپنی قوم کی ترقی کے لیے کام کیا تو اللہ نے انہیں کیسی شان اور عزت دی۔''

اسد جلدی سے بولا ''امی جان! یہ تو مجھے پہلے ہی معلوم ہے۔ ان کے لقب قائداعظمؒ ہی سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ قائداعظمؒ کا مطلب ہے بہت بڑا رہنما۔ اس لقب ہی سے ان کی عزت اور شان ظاہر ہوتی ہے۔''

امی نے کہا ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں چاہتی ہوں کہ ان کی شان و شوکت اور عزت و عظمت کے بارے میں ساری باتیں بتاؤں۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ وہ کسی امیر کبیر خاندان میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ ان کے والد صاحب کراچی کے ایک سوداگر تھے۔ ایسے خاندانوں میں پیدا ہونے والے بچے بہت بڑا آدمی بننے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ وہ بہت قابل بھی ہوں تو اپنے باپ کے کاروبار کو کچھ اور بڑھا لیتے ہیں لیکن ہمارے قائداعظمؒ نے ایسی شان اور ایسی عزت حاصل کی کہ ان کا شمار دُنیا کے عظیم انسانوں میں ہوتا ہے۔''

اسد نے سوال کیا ''امی جان! کیا اس کی کوئی خاص وجہ تھی؟''

امی نے جواب دیا ''بالکل خاص وجہ تھی بیٹے' اور وہ یہ تھی کہ بالکل شروع زندگی سے وہ ایسی سب باتوں سے الگ رہتے تھے جنہیں بُرا کہا جاتا ہے اور ایسے سب کاموں میں شامل ہوتے تھے جنہیں اچھا کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر خوب شوق سے تعلیم حاصل کرنا' لڑائی

جھگڑوں سے بچنا' صاف ستھرا رہنا وغیرہ۔ اس بات کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بچپن ہی سے اپنے دینِ اسلام کے حکموں پر سچے دل سے عمل کرتے تھے۔"

اسد حیران سا ہو کر بولا "لیکن امی جان! ان کی زندگی کے حالات لکھنے والوں میں سے یہ بات تو کسی نے بھی نہیں لکھی کہ وہ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے یا پابندی سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے؟"

امی نے کہا "بیشک یہ کسی نے نہیں لکھا' لیکن یہ بات تو سب نے مانی ہے کہ ان کی عادتیں شروع زندگی ہی سے بہت اچھی تھیں اور انہوں نے پوری زندگی ایک سچے' امانت دار' محنت کرنے والے اور اپنے دین اور اپنی قوم سے محبت کرنے والے انسان کی طرح گزاری۔ بیشک نماز پڑھنا اور دین کے سب حکموں پر چلنا ضروری ہے لیکن ان سب کا مقصد نیک اور شریف بننا ہے اور ہمارے قائداعظمؒ ایسے ہی تھے۔ پیارے بیٹے! اس بات میں کبھی بھی شک نہیں کرنا چاہیے کہ سچی کامیابی نیکی کی زندگی گزارنے والوں ہی کو ملتی ہے۔ اس کا وعدہ خود اللہ پاک نے کیا ہے۔ اس کی سچی کتاب قرآن مجید میں یہ بات کئی جگہ بیان ہوئی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' تم میں سے جو لوگ ایمان لانے کے بعد نیک کام کریں گے' اللہ اُن سے وعدہ کرتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا کرے گا جیسے پہلے (نیک) لوگوں کو حکومت دی تھی"۔ (سورہ النور۔ آیت نمبر 55)

اسد خوش ہو کر بولا "امی جان! یہ تو گویا بالکل پکی بات ہو گئی۔ اچھا اب آپ حضرت قائداعظمؒ کے بارے میں بتائیے کہ اللہ پاک نے انہیں کون کون سے انعامات دیئے۔"

امی نے کہا "عزیز بیٹے! مجھے تو یوں لگتا ہے کہ پیدا ہونے سے موت تک ان کی پوری زندگی اللہ کے انعامات سے اس طرح لدی ہوئی ہے جس طرح درخت پھلوں سے لدا ہوا ہوتا ہے۔ ان کی زندگی کے حالات پڑھتے ہوئے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں ان کا سر جھکا ہوا نظر آئے۔ وہ اپنی پوری زندگی میں بہت اُونچی جگہ کھڑے ہوئے نظر آتے

ہیں۔"

اسد نے کہا" امی جان! یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے۔ ان کی زندگی کے حالات پڑھتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ اللہ نے انہیں بہت عزت سے رہنے کے لیے ہی پیدا کیا تھا۔"

امی مسکراتے ہوئے بولیں" تم ٹھیک کہہ رہے ہو بیٹے۔ قائداعظمؒ کو یہ عزت اور شان اللہ پاک ہی نے دی تھی' لیکن تمہیں یہ بات خاص طور پر سمجھنی چاہیے کہ عزت اور شان دینے کے لیے اللہ نے ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عزت اور شان اسے ملے گی جو اس کے بتائے ہوئے سچائی کے راستے پر چلے گا۔ ہمارے قائداعظمؒ اس راستے پر چلے اور اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق انہیں ایسا اُونچا رُتبہ دیا کہ دُنیا میں کم ہی لوگوں کو ملتا ہے۔ وہ بادشاہ نہیں تھے لیکن ان کی شان و عزت بادشاہوں سے بھی زیادہ تھی۔ ہزاروں نہیں' لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں انسان ان کا حکم مانتے تھے اور ان کے ساتھ سچے دل سے محبت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ لوگوں کی محبت کا یہ حال تھا کہ جہاں بھی وہ جاتے تھے' انہیں ایک نظر دیکھنے کے لیے لوگوں کی بھیڑ اکٹھی ہو جاتی تھی۔ اگر میں یہ کہوں تو میری یہ بات غلط نہ ہوگی کہ ان کے زمانے میں پوری دُنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ عزت اور شان انہی کی تھی۔"

اسد نے کہا" امی جان! کیا مسلمان بادشاہوں سے بھی زیادہ؟"

امی نے جواب دیا" ہاں بیٹے! بادشاہوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ انہیں خواہ مخواہ بڑا ماننا پڑتا ہے۔ اگر کوئی انہیں بڑا نہ مانے تو اسے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے لیکن قائداعظمؒ کو اللہ نے جو عزت اور شان دی تھی' اس میں زور زبردستی کو کچھ دخل نہ تھا۔ لوگ ان کی قابلیت' سچائی اور نیکیوں کی وجہ سے انہیں اپنا رہنما مانتے تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔"

اسد نے اس طرح سر ہلایا جیسے وہ بات سمجھ گیا ہو۔ پھر بولا" ہاں امی جان! یہ بات تو ہے' واقعی ہمارے قائداعظمؒ کو اللہ نے بہت زیادہ عزت اور شان دی تھی۔"

امی نے کہا" اپنے تو خیر ان کی عزت کرتے ہی تھے غیروں نے بھی یہ بات مانی ہے کہ اپنے زمانے میں وہ بہت بڑے انسان تھے۔ جناب محمد جاوید مسعود نے اپنے ایک مضمون میں قائداعظمؒ کے بارے میں دوسری قوموں کے لیڈروں اور عزت دار لوگوں کی وہ باتیں لکھی ہیں جو انہوں نے قائداعظمؒ کی بڑائی کے سلسلے میں لکھی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں:

1- ہندوؤں کے لیڈر گاندھی اور قائداعظمؒ ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ قائداعظمؒ پاکستان بنانے کے لیے کام کر رہے تھے اور گاندھی چاہتے تھے کہ پاکستان نہ بنے لیکن گاندھی نے بھی یہ بات مانی ہے کہ قائداعظمؒ ایک عظیم انسان تھے۔ انہوں نے کہا" مجھے مسٹر جناح سے کئی باتوں میں سخت اختلاف ہے لیکن میں یہ بات مانتا ہوں کہ وہ بہت مخلص انسان ہیں۔ مسلمان عوام سچے دل سے انہیں اپنا لیڈر مانتے ہیں۔ میرا دل ان کے خلوص کا پوری طرح قائل ہے۔"

2- بھارت کے پہلے وزیراعظم اور بہت بڑے رہنما پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا" میں نے مسٹر جناح کی عظمت اور طاقت کا اندازہ کرنے میں بہت غلطی کی (یعنی مجھے یہ ماننا چاہیے تھا کہ وہ بہت عظیم انسان تھے۔)"

3- پنڈت جواہر لعل نہرو کی بہن مسز وجے لکشمی پنڈت نے کہا" اگر مسلم لیگ میں ایک سو گاندھی اور ابوالکلام ہوتے اور کانگریس میں صرف ایک جناح ہوتا تو ملک کبھی تقسیم نہ ہوتا۔"

4- لوکمانیہ گنگا دھر تلک ہندوؤں کے ایک بہت بڑے لیڈر تھے۔ انہوں نے قائداعظمؒ کے بارے میں کہا" مسٹر جناح کے خیالات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ آگے چل کر ایک بہت بڑے رہنما بنیں گے۔ میں یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جناح ان لوگوں میں سے ہیں جو قوموں اور ملکوں کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ وہ صاف دل، سچے اور ارادے کے پکے نوجوان ہیں۔ اپنے وطن کے

لیے ان کے دل میں بے پناہ محبت ہے۔''

5- ہندوؤں کے ایک اور بہت بڑے لیڈر سی راج گوپال اچاریہ کہتے ہیں ''مسٹر جناح ایک بہت اُونچی حیثیت کے مالک ہیں۔ انہیں ان کی قوم میں بہت مقبولیت حاصل ہے۔ لوگ سچے دل سے انہیں اپنا رہنما مانتے ہیں۔''

6- اچھوتوں کے بہت بڑے لیڈر ڈاکٹر امید کر نے کہا ''مسٹر جناح کے کٹر دشمنوں کو بھی یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ انہیں کسی قیمت پر بھی خریدا نہیں جا سکتا۔ وہ اپنی قوم کے سچے رہنما ہیں اور ان کی قوم سچے دل سے انہیں رہنما مانتی ہے۔''

7- ہندوستان کا آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن قائداعظمؒ کا مخالف تھا لیکن ان کی بڑائی اور عظمت کو وہ بھی مانتا تھا۔ اس نے کہا ''ملک کی سیاست کی چابی قائداعظمؒ کے ہاتھ میں ہے، جواہر لعل نہرو اور گاندھی ان کی برابری نہیں کر سکتے۔''

8- انگریزی زبان میں قائداعظمؒ کی زندگی پر کتاب لکھنے والے مسٹر بیورلے نکلس نے کہا ''ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان (اس وقت مسلمانوں کی یہی تعداد تھی) قائداعظمؒ کے ایک اشارے پر سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہیں۔ قابلیت کے لحاظ سے کانگریس میں ایک لیڈر بھی ان جیسا نہیں ہے۔''

9- بمبئی (اب ممبئی) کے چیف جسٹس سر چارلس نے قائداعظمؒ کی شروع زندگی میں انہیں پندرہ سو روپے ماہوار تنخواہ پر ملازمت دینے کے لیے کہا تھا اور قائداعظمؒ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ میں تو پندرہ سو روپے ایک دن میں کمانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہی جسٹس سر چارلس نے قائداعظمؒ کے بارے میں کہا ''مسٹر جناح جیسا دیانت دار اور محنتی انسان آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔''

10- برطانیہ کے اس زمانے کے وزیر ہند لارڈ پیتھک لارنس نے کہا ''مسٹر جناح صحیح عقیدہ رکھنے والے اور اپنے وعدے پر قائم رہنے والے سیاسی رہنما ہیں۔''

11- اس زمانے میں صوبہ یو پی (اب اتر پردیش) کے انگریز گورنر نے کہا "مسٹر جناح نڈر اور سچی بات کہنے والے انسان ہیں۔ وہ شہرت کے بھوکے نہیں' سیاسی سازشوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ وہ ایک ایسی شخصیت کے مالک ہیں جو دلوں کو موہ لیتی ہے۔"

12- اس زمانے میں انڈونیشیا کے وزیراعظم سلطان شہریار نے کہا "مسٹر جناح بے حد پُرکشش آدمی ہیں۔ انسان ان کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے میں انہیں کمال حاصل ہے۔ وہ مختصر الفاظ استعمال کرتے ہیں' لیکن صحت اور سچائی کے ساتھ۔"

امی ایک ایک لفظ پر زور دے کر قائداعظمؒ کے بارے میں کہی گئی یہ باتیں بیان کر رہی تھیں اور اسد اس طرح غور سے سن رہا تھا جیسے کوئی بہت دلچسپ کہانی سنائی جا رہی ہو۔ امی ذرا دیر کے لیے رُکیں تو اسد جلدی سے بولا "امی جان! اتنی عزت اور شان تو آدمی کو اللہ کی خاص مہربانی ہی سے ملتی ہے جیسی ہمارے قائداعظمؒ کو ملی۔"

"اور بیٹے! اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو بھی اس کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلے گا۔ اسے لازمی طور پر عزت اور شان دے گا۔ اس سلسلے میں ایک بہت قابل ہندو خاتون کی رائے بیان کر کے میں تمہیں حضرت قائداعظمؒ کی اس عزت اور شان کے بارے میں بتاؤں گی جو ان کی قوم کی طرف سے انہیں ملی۔"

اسد نے سوال کیا "امی جان! یہ ہندو خاتون کون ہے جس نے قائداعظمؒ کی تعریف کی ہے؟ ہندو تو ان کے بہت دشمن تھے۔"

امی نے جواب دیا "بیٹے! جس طرح میں نے انگریزوں کے بارے میں کہا تھا کہ یہ ایک قوم ہے اور اس میں اچھے برے بھی طرح کے لوگ ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کے بارے میں کہہ رہی ہوں کہ یہ بھی ایک قوم ہے اور اس میں اچھے لوگ بھی موجود ہیں۔

بدقسمتی یہ ہوئی کہ برائی کے راستے پر چلنے والے ہندو اُچک اُچک کر اُونچی کرسیوں پر بیٹھ گئے ہیں اور انہوں نے جھگڑے پیدا کر دیئے ہیں۔ جن خاتون کا میں نے ذکر کیا ہے ان کا نام مسز سروجنی نائیڈو ہے اور وہ ذاتی طور پر بہت اچھی تھیں۔ اچھی ہونے کے ساتھ ساتھ قابل بھی بہت تھیں۔ انہوں نے انگریزی زبان میں ایسی عمدہ شاعری کی ہے کہ انہیں بہت بڑا درجہ دیا گیا ہے۔ وہ ہمارے قائداعظمؒ کے بارے میں کہتی ہیں ''قسمت کا دھنی جناح اپنی جرأت اور اُونچے حوصلے کے سہارے دنیا کو فتح کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا اور اس نے ترقی کے مینار کی چوٹی پر پہنچ کر ہی دم لیا۔''

اسد بولا ''واہ واہ واہ! یہ تو بالکل سچی بات کہی اس خاتون نے قائداعظمؒ کے بارے میں پاکستان حاصل کرنے کی جنگ جیت کر انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ واقعی دُنیا کے عظیم انسان تھے۔ اچھا امی جان! اس خاتون کے علاوہ کیا ہندوؤں میں اور کوئی ایسا آدمی بھی ہے جسے ہم اس طرح اچھا کہہ سکیں جس طرح آپ نے مسز سروجنی نائیڈو کو کہا؟''

امی نے جواب دیا ''بیٹے! تم نے قائداعظمؒ کی زندگی کے حالات میں یہ بات پڑھی ہے کہ جب وہ لندن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو ایک ہندوستانی لیڈر دادا بھائی نورو جی سے بہت متاثر ہوئے تھے اور پارلیمنٹ کے الیکشن میں ان کے لیے کام کیا تھا۔ ظاہر ہے دادا بھائی اچھے آدمی تھے اسی لیے تو قائداعظمؒ ان کے ساتھی بنے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی زندگی کے حالات لکھنے والوں نے ایک اور ہندو لیڈر کے بارے میں بتایا ہے کہ قائداعظمؒ نے اس حالت میں ان کا مقدمہ لڑا تھا کہ انگریز چاہتے تھے کہ کوئی وکیل ان کا مقدمہ نہ لڑے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قائداعظمؒ نے یہ کام بھی اس لیے کیا تھا کہ وہ اس ہندو لیڈر کو ایک اچھا انسان سمجھتے تھے۔''

اسد جلدی سے بولا ''امی جان! یہ بات تو پوری طرح بتایئے!''

امی نے کہا ''بیٹے! اس ہندو لیڈر کا نام ہے لوکمانیہ تلک' ان پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا

تھا۔ یہ پورا واقعہ لاہور سے نکلنے والے اخبار ''زمیندار'' کے ایک ایڈیٹر جناب اشرف عطا نے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں'' 1908ء میں لوکمانیہ تلک نے اپنے اخبار ''کیسری'' میں ایک ایسا مضمون چھاپا تھا جسے حکومت نے بغاوت بتایا اور انہیں گرفتار کرلیا۔ ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ کوئی وکیل ان کے مقدمے کی پیروی نہ کرے لیکن قائد اعظمؒ نے اس حکم کی پروانہ کرتے ہوئے تلک کے مقدمے کی پیروی کی۔ کیا اس بات سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قائد اعظمؒ تلک کو ایک اچھا انسان سمجھتے تھے؟''

اسد جلدی سے بولا'' لیکن امی جان! آج کل کے ہندو تو ہم مسلمانوں کے پکے دشمن ہیں۔ بھارت کے ہندو لیڈر دن رات اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ پاکستان کو نقصان پہنچے۔''

امی نے کہا'' بالکل ایسا ہی ہے' لیکن بیٹے! یہ وہ ہندو ہیں جو شیطان کے بہکاوے میں آگئے ہیں۔ وہ اس چکر میں پڑ گئے ہیں کہ اس علاقے میں ان کا ملک سب سے بڑی طاقت بن جائے۔ بہر حال یہ تو ایک ایسی بات تھی جو یونہی درمیان میں آ گئی۔ اب میں تمہیں بتاتی ہوں کہ قائد اعظمؒ نے جی جان سے اپنی قوم کی خدمت کی تو قوم نے ان کی کیسی عزت کی۔''

اسد خوش ہو کر بولا'' جی امی! یہ بات تو ضرور بتایئے!''

امی نے کہا'' اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ کہ قوم نے انہیں اپنا سب سے بڑا رہنما مانا اور قائد اعظمؒ یعنی سب سے بڑے رہنما کا خطاب بھی دیا اور ان کا ہر حکم مانا۔ جن دنوں پاکستان حاصل کرنے کی جنگ لڑی جارہی تھی' ایک موقع پر انہوں نے یہ حکم دیا کہ سب مسلمان وہ خطاب واپس کر دیں جو انگریزوں نے انہیں دیئے ہیں اور ان کے اس حکم کو فوراً مانا گیا۔ یہ خطاب واپس کرنا ایک بہت مشکل کام تھا۔ ایسے لوگوں کی انگریز بہت عزت کرتے تھے اور انہیں اپنا وفادار سمجھ کر بہت فائدے پہنچاتے تھے۔ خطاب واپس کرنے کی صورت میں انگریزوں کا ناراض ہوجانا ضروری تھا لیکن مسلمانوں نے اپنے قائد کا حکم مانا' انگریزوں

کہ ناراض ہونے بلکہ دشمن بن جانے کی پروانہ کی۔"

اسد نے بہت خوش ہو کر کہا "امی جان! اس سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوتی ہے کہ قوم اپنے قائدؒ کی سچے دل سے عزت کرتی تھی۔"

امی نے کہا" بیٹے! صرف یہی ایک بات کیا' اور ہزاروں باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے قائد اعظمؒ کو اللہ نے وہ شان عطا کردی تھی جو بادشاہوں اور شہنشاہوں کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں جو نوٹ چل رہے ہیں' ان پر ان کی تصویر ہے۔ ڈاک کے ٹکٹوں پر ان کی تصویر ہے اور عدالتوں اور سرکاری دفتروں میں ان کی تصویریں لگائی گئی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس زمانے میں پاکستان کے اندر ان سے بڑا رتبہ کسی کا نہیں تھا۔"

اسد جلدی سے بولا" اور امی جان! ان کا مقبرہ بھی تو بہت شاندار بنایا گیا ہے۔ فوجی جوان اس پر پہرہ دیتے ہیں اور باہر سے آنے والے معزز مہمان بہت عقیدت سے پھولوں کی چادریں چڑھاتے ہیں۔ اس عظیم الشان مقبرے کے ساتھ باغ قائد اعظمؒ بنایا جا رہا ہے جو ایشیا کے باغوں میں بہت شان والا باغ ہوگا۔"

امی نے کہا" بیٹے! ہمارے قائد اعظمؒ کی اصل شان تو اس وقت ظاہر ہوئی تھی جب وہ پاکستان بننے کے بعد گورنر جنرل کی حیثیت سے کراچی آئے تھے۔ کراچی پاکستان کا پہلا دارالحکومت بنا تھا۔ اس شہر میں ان کا جس شان سے استقبال ہوا' اس کا حال جناب خالد اختر افغانی نے ایک مضمون میں لکھا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:۔

"7 اگست 1947ء کو قائد اعظمؒ دہلی سے کراچی روانہ ہوئے۔ انہوں نے یہ سفر وائسرائے ہند لارڈ مونٹ بیٹن کے خاص ہوائی جہاز میں کیا۔ ان کے ساتھ ان کی بہن محترمہ فاطمہ جناحؒ اور دو اے ڈی سی لیفٹیننٹ ایس ایم حسن اور لیفٹیننٹ عطا ربانی تھے۔ ان کا جہاز کراچی کے ہوائی اڈے پر ساڑھے پانچ بجے شام اُترا۔ ہوائی اڈے پر دور دور

تک انسان ہی انسان نظر آ رہے تھے۔ لوگوں میں بے پناہ جوش وخروش تھا۔ فضا قائداعظمؒ زندہ باد، پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ ہوائی اڈے پر پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔ حکم تھا کسی کو ہوائی اڈے کے اندر نہ آنے دیا جائے لیکن جب جہاز اُترا تو لوگ پولیس کے انتظامات توڑ تاڑ کر اس طرح اڈے کے اندر داخل ہوئے جیسے سمندر کی طوفانی لہریں آگے بڑھتی ہیں۔ سب سے پہلے قائداعظمؒ ہوائی جہاز سے اُترے۔ انہوں نے سفید رنگ کی شیروانی پہن رکھی تھی۔ ان کے بعد محترمہ فاطمہ جناحؒ اور اے ڈی سی باہر آئے۔ سب کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے۔ لوگوں کا جوش وخروش دوگنا ہوگیا۔ وہ دیوانہ وار نعرے لگا رہے اور پرچم لہرا رہے تھے۔ نواب زادہ لیاقت علی خان اور مسلم لیگ کے بڑے بڑے لیڈروں نے قائداعظمؒ کا استقبال کیا۔ سندھ کے گورنر غلام حسین ہدایت اللہ اور سندھ اسمبلی کے ممبراُن کے ساتھ تھے۔ بری، بحری اور فضائی فوج کے افسر کراچی کے میونسپل کمیٹی کے عہدیدار اور اقلیتوں کی ایسوسی ایشن کے نمائندے قطار میں کھڑے تھے۔ قائداعظمؒ نے ان سے ہاتھ ملایا۔ اس دوران ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جا رہی تھیں۔ لوگ بڑھ بڑھ کر انہیں پھولوں کے ہار پہنا رہے تھے۔ ہار زیادہ ہوجاتے تھے تو وہ اُتار کر اپنے سیکرٹری کو دے دیتے تھے اور ذرا دیر بعد ہی ان کی گردن پھر پھولوں کے ہاروں سے بھر جاتی تھی۔ لوگوں سے ہاتھ ملانے اور ان کے نعروں کا جواب دینے میں تقریباً پون گھنٹہ لگ گیا۔ اس کے بعد قائداعظمؒ جلوس کی صورت میں شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کی کار کے آگے پولیس اور فوج کی گاڑیاں تھیں اور پیچھے ایک ہزار سے بھی زیادہ کاریں، لاریاں اور ٹرک آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ ان سب کو پھولوں اور جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ لوگ مسلم لیگ کے بڑے بڑے پرچم اُٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔ یہ جلوس کوئی تین میل لمبا تھا۔ ہوائی اڈے سے گورنمنٹ ہاؤس تک راستہ پندرہ میل لمبا تھا اور اس کے دونوں طرف کھڑے ہوئے لوگ جوش بھرے نعرے لگا کر اپنے قائد کا استقبال کر رہے تھے۔"

اسد بہت خوش ہو کر تالیاں بجاتے ہوئے بولا "ہائے امی جان! یہ نظارہ تو سچ مچ دیکھنے کے قابل ہوگا۔ کاش میں بھی اپنے قائد کا وہ جلوس دیکھتا۔"

امی نے کہا "اس میں کیا شک ہے بیٹے! ایسا شاندار استقبال تو ایسے خوش نصیب لوگوں ہی کا ہوتا ہے جیسے خوش قسمت ہمارے قائد اعظمؒ تھے۔ خیر تم اس سے آگے کا حال سنو۔ قائد اعظمؒ کی کار گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے رکی اور وہ کار سے اُترے تو سرخ وردیوں والے چوبداران کے دونوں طرف آ گئے۔ ان چوبداروں کے ہاتھوں میں چاندی کے عصا (لاٹھیاں) تھے۔ سبزہ زار میں بلوچ رجمنٹ کا دستہ کھڑا تھا۔ اس نے پر جوش انداز میں قائد اعظمؒ کو سلامی دی اور وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر گورنمنٹ ہاؤس میں داخل ہو گئے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ ذرا دیر کے لیے رُکے اور اپنے اے ڈی سی ایس ایم حسن کی طرف دیکھ کر کہا:

"حسن! مجھے یہ اُمید نہیں تھی کہ میری زندگی میں پاکستان قائم ہو جائے گا لیکن خدا کے فضل سے یہ نیا اسلامی ملک قائم ہو گیا ہے۔ ہم نے جو کامیابی حاصل کی ہے اس کے لیے ہمیں اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہیے۔"

اسد کا چہرہ خوشی سے پھول کی طرح کھلا ہوا تھا۔ اس نے بہت اُونچی آواز میں نعرہ لگایا قائد اعظمؒ زندہ باد، پاکستان زندہ باد۔ اس کے چہرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے قائد اعظمؒ کے ساتھ وہ بھی گورنمنٹ ہاؤس میں داخل ہو رہا ہے۔

اپنے بیٹے کو ایسا خوش دیکھ کر امی کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔ وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولیں "مجھے یقین ہے آج کی باتیں سن کر میرے پیارے بیٹے نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی ہوگی کہ جو لوگ واقعی نیک اور شریف بن جاتے ہیں اور علم حاصل کر کے ایمانداری سے اپنا فرض ادا کرتے ہیں، اللہ انہیں زیادہ سے زیادہ عزت اور زیادہ سے زیادہ شان عطا کرتا ہے اور یہ بات ان دنوں بھی اسی طرح ہوئی ہے۔ اگر تم قائد اعظمؒ کی طرح

اچھے اور قابل بن جاؤ تو اللہ پاک تمہیں بھی ویسی ہی عزت اور شان دے سکتا ہے جیسی انہیں دی تھی۔''

اسد بہت خوش ہو کر بولا ''تو پھر امی جان! سمجھ لیجیے میں نے پکا ارادہ کر لیا۔ خوب تعلیم حاصل کروں گا اور بہت اچھا بنوں گا' لیکن اس وقت تو میرا دل چاہتا ہے آپ اور میں مل کر یہ دُعا مانگیں کہ اللہ پاک جنت میں ہمارے قائدِ اعظمؒ کے درجے بلند کرے اور ہمارے وطن پاکستان کو قیامت تک آزاد اور آباد رکھے اور اس کی ایسی شان بڑھائے کہ پوری دُنیا حیران ہو۔''

امی نے مسرت بھری نظروں سے اپنے بیٹے کو دیکھا اور دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ اسد بھی ان کے ساتھ دُعا مانگنے لگا۔

☆☆☆

قائداعظمؒ کی ایمانداری

اسد اپنی امی کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ آج کچھ مہمان آ گئے تھے' اس لیے وہ مصروف ہوگئی تھیں اور کہانی سنانے کا وقت نکلا جارہا تھا۔ آخر وہ آ ہی گئیں اور انہیں دیکھ کر اسد ناراض ہو کر بولا ''امی جان! کتنی دیر کر دی آپ نے' کب سے یہاں بیٹھا آپ کا انتظار کر رہا ہوں''۔

امی اسے پیار کرتے ہوئے بولیں ''مہمانوں کی وجہ سے کچھ دیر ہوگئی بیٹے' لیکن میں یہ نقصان اس طرح پورا کروں گی کہ تمہیں حضرت قائداعظمؒ کی ایمانداری کے واقعات سناؤں گی''۔

اسد خوش ہو کر بولا ''واہ امی جان واہ' پھر تو مزہ ہی آ جائے گا۔ میں نے سنا ہے ہمارے قائداعظمؒ میں یہ اچھائی بھی بہت زیادہ تھی۔ وہ ایسے ایماندار تھے کہ اس اچھائی میں بس چند لوگ ہی ان کا مقابلہ کر سکتے تھے''۔

امی نے کہا ''تم نے بالکل ٹھیک سنا ہے بیٹے' اور اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے عظیم قائدؒ کی کامیابی کا اصلی سبب ان کا ایماندار ہونا ہی تھا تو میری یہ بات بالکل ٹھیک ہوگی۔ بات یہ ہے بیٹے کہ آدمی کے عظیم ہونے کی پہلی نشانی اس کا ایماندار ہونا ہی ہے۔ جس شخص میں یہ اچھائی ہوتی ہے' اللہ اس کا مددگار بن جاتا ہے اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ جس کا مددگار اللہ بن جائے' وہ کسی کوشش میں ناکام نہیں ہوتا''۔

''جی امی' میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں۔ اچھا اب آپ قائداعظمؒ کی

ایمانداری کا کوئی واقعہ سنایئے!'' اسد نے کہا۔

امی بولیں ''ایک واقعہ نہیں بیٹے' میں تمہیں اپنے قائداعظمؒ کی ایمانداری کے کئی واقعات سناؤں گی' لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ایمانداری کے بارے میں چند ضروری باتیں بتادوں۔ اس سلسلے میں عام لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ اگر کوئی روپے پیسے کے معاملے میں ہیرا پھیری نہ کرے تو وہ ایماندار کہلائے گا لیکن اصل میں یہ لفظ اس سے زیادہ معانی رکھتا ہے۔ صحیح معنوں میں ایماندار وہ ہوگا جو اپنے حق کی حفاظت کرنے کے ساتھ دوسروں کے حق بھی ادا کرے گا۔ وعدہ کرکے پورا کرے گا۔ سچ بولے گا کسی کو دھوکہ نہ دے گا۔ اس کا دل لالچ سے پاک ہوگا۔ دوسروں کا بھلا چاہے گا۔ مختصر یہ کہ جتنی اچھائیاں ہیں' سب اس میں ہوں گی اور بیٹے ہمارے قائداعظمؒ خدا کے فضل سے ایسے ہی ایماندار تھے۔ ان کی زندگی کا جو پہلا واقعہ میں تمہیں سنا رہی ہوں' اسی سے تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کتنے بڑے انسان تھے''۔

''جی امی! میں سمجھ گیا۔ مہربانی کرکے آپ جلدی سے وہ واقعہ سنایئے''۔ اسد نے کہا۔ اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ واقعہ سننے کے لیے بہت بے چین ہے۔

امی اس کی حالت کا اندازہ کرکے مسکراتے ہوئے بولیں ''ملک برکت علی بیرسٹر لاہور کے پرانے مسلم لیگی تھے۔ ان کے صاحب زادے ملک افتخار احمد بیان کرتے ہیں کہ 1945ء کے الیکشن کے سلسلے میں قائداعظمؒ لاہور آئے تو میرے والد صاحب نے انہیں چائے کی دعوت دی۔ اس دعوت کے لیے جو کیک بنوایا گیا تھا' اس کی شکل ہندوستان کے نقشے جیسی تھی اور وہ علاقے سبز رنگ میں دکھائے گئے تھے جو پاکستان میں آنے والے تھے۔ قائداعظمؒ سے یہ کیک کاٹنے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے بہت احتیاط سے وہ حصے کاٹ کر الگ کیے جو سبز رنگ کے تھے۔ جب وہ کیک کاٹ رہے تھے تو ایک صاحب نے کہا ''قائداعظمؒ تھوڑا سا

دوسری طرف سے اور کاٹ دیجئے!'' یہ سن کر قائد اعظمؒ نے فوراً جواب دیا ''بالکل نہیں۔ آپ سن لیجئے میں ایسی بات ہرگز پسند نہیں کرتا''۔ یہ بات اگرچہ مذاق کے طور پر کہی گئی تھی اور ہندوستان کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر پاکستان میں شامل نہیں کیا جا رہا تھا لیکن اپنی بے مثال ایمانداری کی وجہ سے قائد اعظمؒ نے اس مذاق کو بھی پسند نہ کیا''۔

اسد بہت خوش ہو کر بولا ''واقعی امی جان' یہ تو ایمانداری کی انتہا ہے!''

امی نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''بیٹے ہمارے قائد اعظمؒ کی پوری زندگی ایسے ہی واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ ایک اور واقعہ سنو' یہ بھی 1945ء کے الیکشن کے دنوں ہی کا ہے۔ نواب زادہ لیاقت علی خان جس حلقے سے کھڑے ہوئے تھے' کانگریس نے ان کے مقابلے پر ایک مسلمان ہی کو کھڑا کیا تھا اور اسے جتوانے کے لیے پورا پورا زور لگایا جا رہا تھا یہاں تک کہ ووٹ خریدنے کے لیے لوگوں کو روپے دیئے جا رہے تھے۔ مسلم لیگ کے کارکنوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ قائد اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت مانگی کہ ہم بھی ووٹ حاصل کرنے کے لیے روپیہ خرچ کریں۔ قائد اعظمؒ نے جواب دیا ''بالکل نہیں''۔ کارکنوں نے کہا ''اگر ہم نے کانگرس کی طرح روپیہ خرچ نہ کیا تو نواب زادہ صاحب ہار جائیں گے''۔ قائد اعظمؒ نے فرمایا ''اگر لیاقت علی خان اپنی قابلیت اور مقبولیت کی بنا پر نہیں جیت سکتے تو ہار جائیں۔ میں غلط کام کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ نہرو اپنی قوم کو بے ایمانی سکھا رہا ہے تو یہ اس کی مرضی''۔

اسد حیران ہو کر بولا ''کمال ہے امی جان' قائد اعظمؒ نے ایسے نازک موقع پر بھی غلط کام کرنے کی اجازت نہ دی۔ پھر نواب زادہ صاحب الیکشن ہار گئے ہوں گے؟''

''نہیں وہ الیکشن ہارے نہیں بلکہ جیت گئے اور یہ بات میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ اگر وہ ہار بھی جاتے تو قائد اعظمؒ کو اس کا افسوس نہ ہوتا''۔ امی نے جواب دیا۔ پھر ذرا دیر رک کر بولیں ''ہمارے قائد اعظمؒ دراصل ان لوگوں میں سے تھے جو ایمانداری اور سچائی

پر قائم رہنے کو اصلی کامیابی سمجھتے تھے۔ان کی زندگی کا ایک اور واقعہ سنو۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب قریب قریب پورے ملک میں ہندو مسلم فسادکی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔یہ فسادات اصل میں کانگریس نے شروع کرائے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان ڈر جائیں اور پاکستان کا مطالبہ کرنا چھوڑ دیں لیکن مسلمان کہاں ڈرنے والے تھے۔اگر چہ ہندوؤں کے مقابلے میں ان کی تعداد کم تھی اور انہوں نے ہندوؤں کی طرح فساد برپا کرنے کی تیاری بھی نہ کی تھی لیکن وہ ہندوؤں کو منہ توڑ جواب دیتے تھے بلکہ کبھی کبھی تو ہندوؤں کو زیادہ نقصان پہنچادیتے تھے اور شاید اس سے ڈر کر ہندوؤں نے یہ کوشش شروع کی کہ یہ فسادات ختم ہوں۔اس سلسلے میں قائداعظمؒ اور گاندھی نے یہ سمجھوتہ کیا تھا کہ دونوں اپنی اپنی قوم کو سمجھائیں گے''۔

اسد جلدی سے بولا''یہ تو ایک بہت ہی اچھی بات تھی۔''

''اچھی بات تو تھی بیٹے' لیکن ہندوؤں نے یہ سمجھوتہ دل سے نہ کیا تھا۔صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کیا تھا۔سمجھوتہ کرنے کے بعد وہ پہلے سے زیادہ خوفناک فساد کرنے کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔انہوں نے چپکے چپکے ہتھیار اکٹھے کرنے شروع کر دیئے تھے اور ہندو نوجوانوں کو ہتھیار چلانے کی تربیت دینی شروع کر دی تھی''۔امی نے بہت اداس ہو کر کہا۔

اسد جلدی سے بولا''لیکن امی جان' گاندھی کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ وہ بہت سمجھدار اور ایماندار ہندو لیڈر تھا؟''

امی نے کہا''اول تو یہ بات بالکل اس طرح نہیں جس طرح تم کہہ رہے ہو۔گاندھی سمجھدار اور سچ پر قائم رہنے کا اعلان کرنے والا تو ضرور تھا لیکن رام راج قائم کرنے کی خواہش ان کے دل میں بھی ویسی ہی تھی جیسی دوسرے ہندوؤں کے دلوں میں تھی۔دوسرے فسادی ہندو اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ وہ گاندھی کی بات بھی نہ مانتے تھے اور اس

معاملے میں کچھ ایسی ہی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ بہرحال جب مسلمان رہنماؤں کو یہ بات معلوم ہوئی کہ گاندھی جناح سمجھوتے کے باوجود ہندو فساد کی تیاری کر رہے ہیں تو انہوں نے یہ بات قائداعظمؒ کو بتائی اور ان سے اجازت مانگی کہ ہم بھی مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے جوانوں کو فوجی داؤ پیچ سکھانے کا انتظام کریں اور ان کے لیے ہتھیاروں کا بندوبست کیا جائے لیکن قائداعظمؒ نے انہیں ایسا کرنے سے بہت سختی کے ساتھ روک دیا۔ ناراض ہو کر فرمایا ''ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ میں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو میں امن قائم کرنے کے سمجھوتے پر دستخط کروں اور دوسری طرف فوجی تیاری کی اجازت دے دوں!''

''لیکن امی جان، ایسے نازک وقت میں تو قائداعظمؒ کو چاہئے تھا کہ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمان نوجوانوں کو تیار کرنے کی اجازت دے دیتے''۔ اسد اس طرح بول رہا تھا جیسے اسے قائداعظمؒ کے اس فیصلے پر بہت افسوس ہو رہا ہو۔

امی مسکراتے ہوئے بولیں ''بیٹے اگر قائداعظمؒ بھی سمجھوتہ توڑ کر ہتھیار جمع کرنے اور مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے نوجوانوں کو لڑنے کے لیے تربیت کا حکم دے دیتے تو پھر ان میں اور ہندو لیڈروں میں کیا فرق رہ جاتا۔ انہوں نے جو فیصلہ کیا، وہی ان کی شان کے مطابق تھا۔ اچھے اور برے آدمی کا فرق آزمائش کے وقت ہی تو ظاہر ہوتا ہے۔ اگر تم دنیا میں سچی کامیابی، شان اور عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے قائداعظمؒ کی طرح ہر حالت میں سچائی اور ایمان پر قائم رہنے کا ارادہ کر لو۔ میرے پیارے بیٹے، ہمارے بزرگوں نے پوری طرح سچائی پر قائم ہو کر ہی شاندار کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ سچ اور انصاف پر قائم ہو جانے والوں کی مدد کرتا ہے۔ وہ تھوڑے بھی ہوں تو طاقتور سے طاقتور دشمن کو مار بھگاتے ہیں۔ یقین کرو قائداعظمؒ نے اپنی اسی اچھائی کی وجہ سے ہندوؤں اور انگریزوں کو شکست دے کر پاکستان حاصل کیا''۔

اسد شرمندہ سا ہو کر بولا ''امی جان! معافی چاہتا ہوں۔ واقعی میرے دماغ میں ایک غلط خیال آ گھسا تھا۔ آپ ناراض تو نہیں ہو گئیں مجھ سے؟''

امی خوش ہو کر بولیں ''نہیں بیٹے بلکہ میں بہت خوش ہوں کہ اصلی بات تمہاری سمجھ میں آ گئی''۔

''تو پھر حضرت قائداعظمؒ کا ایسا ہی کوئی واقعہ اور سنائیے!'' اس نے بہت خوش ہو کر کہا۔

امی نے جواب دیا ''یہ بات نہ تھی بیٹے' مسلمانوں کی دوسری جماعتیں مثلاً جمعیت العلمائے ہند' مجلس احرار اسلام اور خاکسار وغیرہ بھی مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کام کر رہی تھیں لیکن ان میں کچھ تو ایسی تھیں جو ملک کی آزادی کے لیے ہندوؤں کو ساتھ رکھنا چاہتی تھیں اور کچھ وہ تھیں جو چاہتی تھیں کہ پورے ملک پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو۔ ان میں مسلم لیگ ایسی تھی جو یہ بات مانتی تھی کہ ملک آزاد ہو تو اس میں ہندو بھی آزاد قوم کی طرح رہیں اور مسلمان بھی۔ اس کا جھگڑا ان ہندوؤں سے تھا جو رام راج قائم کرنا چاہتے تھے اور یوں اس زمانے میں مسلم لیگ ہی بالکل ٹھیک راستے پر تھی اور قائداعظمؒ اسی لیے اس میں شامل ہوئے تھے۔

اسد خوش ہو کر بولا ''اچھا یہ بات تھی۔ اب آپ مہربانی کر کے مجھے وہ واقعہ سنائیے!''

امی نے کہا ''شملہ کے رہنے والے ایک مسلم لیگی رہنما پیرزادہ عطاء اللہ بیان کرتے ہیں۔ ہم نے کسی ایسے آدمی کی ضرورت محسوس کر کے جو بہت اچھی تقریر کرتا ہو ایک صاحب سے بات کی کہ وہ مسلم لیگ کے جلسوں میں تقریریں کیا کریں۔ وہ راضی تو ہو گئے لیکن شرط یہ رکھی کہ میں جتنی تقریریں کروں گا' ایک سو روپے فی تقریر کے حساب سے معاوضہ لوں گا۔ ان صاحب کی حیثیت کے مطابق معاوضہ زیادہ نہ تھا۔ وہ ہمارے جلسوں

میں تقریریں کرتے تو مسلم لیگ کو بہت فائدہ پہنچتا لیکن جب ہم نے یہ بات قائداعظمؒ کو بتائی اور ان سے منظوری لینی چاہی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ فرمایا "ہم کرائے کے آدمیوں سے کام لینا نہیں چاہتے۔ اگر وہ صاحب ہمارے کام سے متفق ہیں تو مسلم لیگ کے لیے اسی طرح کام کریں جس طرح اور لوگ کر رہے ہیں"۔

اسد بہت خوش ہو کر بولا "اللہ اکبر۔ اتنی احتیاط کرتے تھے ہمارے قائداعظمؒ کہ بہت ضرورت کے وقت بھی اپنے اچھے اصولوں سے ہٹنا پسند نہ کیا"۔

امی نے کہا "اسی لیے تو اللہ پاک نے انہیں اتنی بڑی کامیابی دی اور ان کی ایسی شان بڑھائی۔ ان کے اچھے اخلاق اور ایمانداری کا ایک اور واقعہ مجھے یاد آ گیا۔ وہ سنو!"

امی بولیں "ایک مسلم لیگی لیڈر رف۔م ماجد بیان کرتے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد جب مسلم لیگ کی حکومت قائم ہو چکی تھی اور قائداعظمؒ اس نئے ملک کے گورنر جنرل تھے اس جماعت کو مضبوط بنانے کا کام جاری تھا۔ قائداعظمؒ اس کام کی طرف بھی خاص توجہ دیتے تھے۔ میں ان دنوں کنگ ایڈورڈ کالج پشاور میں لیکچرار تھا۔ اپریل 1948ء میں قائداعظمؒ پشاور آئے تو ہم نے آپس میں مشورہ کر کے مہاجرین کی امداد کے لیے ایک ڈرامہ سٹیج کیا اور پروگرام یہ بنایا کہ کالج میں جلسہ کر کے وہاں رقم ان کی خدمت میں پیش کی جائے۔ ان دنوں خان عبدالقیوم خان صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ تھے۔ پہلے ہم ان سے ملے اور اپنی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے کہا "اتنی سی بات کے لیے قائداعظمؒ کو تکلیف دینا ٹھیک نہیں۔ ویسے بھی ان کے پاس وقت کہاں ہوگا تمہارے جلسے کی صدارت کرنے کے لیے۔"

لیکن ہم اپنے ارادے پر قائم رہے اور قائداعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر جلسے کی صدارت کے لیے وقت مانگا۔ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا سابق طالب علم تھا جس کے طالب علموں کی وہ بہت قدر کرتے تھے۔ میں نے اپنے بارے میں بتایا تو وہ جلسے کی صدارت کرنے کے لیے رضامند ہو گئے۔ اپنی ڈائری دیکھ کر فرمایا "18 اپریل کی صبح میں فارغ ہوں۔

تمہارے جلسے میں آ جاؤں گا لیکن یہ اتوار کا دن ہے۔تمہارا کالج عیسائی مشنریوں کا قائم کیا ہوا ہے اور عیسائی اتوار کے دن چھٹی مناتے ہیں۔ مجھے مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ تم ان کی چھٹی کے دن کالج میں جلسہ کر کے انہیں پریشان کرو"۔

اسد بہت حیران ہو کر بولا" اللہ غنی' امی جان' ہمارے قائداعظمؒ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے تھے!"

امی بولیں" یہی تو ان کی عظمت تھی بیٹے' وہ ملک کے گورنر جنرل تھے لیکن اتنی بڑی حیثیت میں ہونے کے باوجود ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ عیسائیوں کو چھٹی کا دن اپنی مرضی کے مطابق اطمینان سے گزارنا چاہئے"۔

اسد نے سوال کیا" تو کیا ماجد صاحب نے کالج میں جلسہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا؟"

امی نے جواب دیا" نہیں' ماجد صاحب بیان کرتے ہیں کہ کالج کے پرنسپل صاحب کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ قائداعظمؒ ان کی چھٹی کے دن کی وجہ سے کالج میں جلسہ کرنے کے خلاف ہیں تو وہ فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یقین دلایا۔ اتوار کے دن کالج میں جلسہ کرنے سے ہمیں کسی طرح کی پریشانی نہ ہوگی بلکہ ہم خوش ہوں گے تو قائداعظمؒ جلسے کی صدارت کرنے پر رضامند ہوئے"۔

"اور پھر عیسائیوں کے کالج میں اتوار کے دن دھوم دھام سے جلسہ ہوا" اسد نے بہت خوش ہو کر کہا۔

امی ہنستے ہوئے بولیں" بلکہ اس جلسے کا انتظام خود پرنسپل صاحب نے کیا۔ ماجد صاحب بیان کرتے ہیں ہم نے جو ڈرامہ سٹیج کیا اس سے زیادہ آمدنی نہ ہوئی تھی۔ مشکل سے تین ہزار روپے جمع ہوئے تھے لیکن قائداعظمؒ نے یہ معمولی رقم بھی اس طرح خوش ہو کر ہم سے لی گویا وہ تین لاکھ روپے ہوں۔ رقم کی تھیلی لے کر اپنے ملٹری سیکرٹری کو دیتے

ہوئے تاکید فرمائی ''اس کی باقاعدہ رسید بھجوانا!''

اسد نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا ''اس بات سے قائداعظمؒ کی ایک اور بڑائی ظاہر ہوئی کہ وہ نیکی کے کسی کام کو معمولی خیال نہ کرتے تھے اور اس بات کو ضروری خیال کرتے تھے کہ حساب کتاب میں ذرا سی گڑبڑ بھی نہیں ہونی چاہیے۔ اسی لیے تو رسید بھیجنے کی تاکید فرمائی!''

امی اپنے بیٹے کی ایسی بات سن کر بہت خوشی ظاہر کیا کرتی تھیں جس میں اس نے قائداعظمؒ کے کسی کام کو بہت اچھا کہا ہو لیکن اس وقت وہ خاموش رہیں اور اسد کو ایسی نظروں سے دیکھنے لگیں جیسے اسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہوں۔

اسد گھبرا کر بولا ''کیوں امی' کیا بات ہے۔ آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں؟''

امی مسکراتے ہوئے بولیں ''کچھ نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں بیٹے اس وقت میرا دھیان اس طرف چلا گیا تھا کہ جو واقعات میں تمہیں سنا رہی ہوں' وہ تمہاری سمجھ میں بھی آ رہے ہیں یا نہیں!''

''واہ امی جان' میری سمجھ میں کیوں نہیں آ رہے۔ یہ واقعات سنتے ہوئے میں تو یوں محسوس کرتا ہوں کہ گویا اپنے پیارے قائداعظمؒ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں''۔

''کیا واقعی؟'' امی نے سوال کیا۔

''میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں امی جان!'' اسد نے یقین دلانے کے انداز میں کہا۔

امی کچھ دیر خاموش رہیں پھر اسد کو اپنے قریب کرتے ہوئے بولیں ''میں یہ نہیں کہتی کہ تم غلط کہہ رہے ہو لیکن میرے نزدیک تو تمہارے سچ بولنے کا ثبوت یہ ہوگا کہ تم ان اچھی باتوں پر عمل بھی کرو گے''۔

اسد پُرجوش آواز میں بولا ''میں پکا وعدہ کرتا ہوں امی جان کہ نہ صرف خود ان باتوں پر عمل کروں گا بلکہ اپنے دوستوں سے بھی کہوں گا کہ وہ بھی ہر لحاظ سے اچھے بن جائیں''۔

امی خوش ہو کر بولیں ''اگر ایسا ہے تو تمہیں مبارک ہو میرے لال' اللہ تمہیں بہت کامیابیاں دے گا''۔

اسد سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا'' انشاء اللہ'' اور اس کی امی نے بھی بہت محبت سے کہا انشاء اللہ۔

☆☆☆

قائد اعظمؒ کی خوش اخلاقی

اسد نے اپنی امی جان سے کہانی سنانے کے لیے کہا تو وہ خوش ہو کر بولیں ''بیٹے، آج بھی میں تمہیں حضرت قائد اعظمؒ کی زندگی کے کچھ واقعات سناؤں گی، سنو گے نا؟''۔

یہ سن کر اسد تو خوشی سے اچھل پڑا۔ اپنی امی کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا ''امی جان! اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ خیالی کہانی سنانے کی جگہ آپ حضرت قائد اعظمؒ کی زندگی کے سچے واقعات سنائیں۔ بڑے آدمیوں کی زندگی کے حالات اور واقعات سن کر اور پڑھ کر تو ویسا ہی اچھا بننے کا خیال دل میں پیدا ہوتا ہے اور یہ بہت فائدے کی بات ہے''۔

امی نے کہا ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو بیٹے، جو بچے اپنے بڑوں کے واقعات پڑھتے ہوئے یا سنتے ہوئے خود بھی ویسا ہی بننے کا ارادہ کرتے ہیں یا ان کی باتوں پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں لازمی طور پر شاندار کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔ اچھا تو اب اپنے محترم قائد کی زندگی کے کچھ واقعات سنو۔ آج میں تمہیں ان کی زندگی کے ایسے واقعات سناؤں گی جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے''۔

اسد جلدی سے بولا ''لیکن امی جان، میں نے تو یہ سنا ہے کہ ان کی طبیعت میں بہت سختی تھی۔ وہ تو ہر ایک سے بات بھی نہیں کرتے تھے''۔

امی نے کہا ''ان کے بارے میں یہ ایک بالکل جھوٹی بات پھیلائی گئی ہے بیٹے، سچی بات یہی ہے کہ وہ بہت نرم دل اور بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ ہاں یہ بات

درست تھی کہ ان کی طبیعت میں احتیاط ضرور تھی ۔ وہ ہر آدمی کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق سلوک کرتے تھے اور یہ احتیاط بھی ان کے اچھے اخلاق ہی کی وجہ سے تھی ۔ اللہ کی سچی کتاب قرآن میں مومنوں کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ وہ آپس میں بہت نرم دل لیکن کافروں کے مقابلے میں بہت سخت ہیں ۔ بس قائداعظمؒ کا بھی یہی طریقہ تھا۔ جب یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کوئی بات بالکل ٹھیک ہے تو وہ اس پر قائم ہو جاتے تھے اور کم سمجھ لوگ اسی کو ان کی طبیعت کی سختی کہتے تھے"۔

اسد بولا" امی جان یہ تو ان لوگوں کی غلطی تھی ۔ سچ پر قائم ہو جانا تو سب سے زیادہ ضروری ہے ۔ بہادر اور شریف لوگ تو یہی کرتے ہیں اچھا آپ حضرت قائداعظمؒ کا واقعہ سنائیے!"۔

امی بولیں" ایک واقعہ نہیں بلکہ کئی واقعات سناؤں گی بیٹے لیکن اچھے اخلاق کے بارے میں ایک بات اور سن لو اور وہ یہ ہے کہ عام طور پر تو اس آدمی کو اچھے اخلاق کا مالک کہا جاتا ہے جو لوگوں سے اچھے انداز میں بات چیت کرے ۔ بات بے بات لڑنے جھگڑنے پر تیار نہ ہو جائے لیکن اصل میں اخلاق اس سے زیادہ معانی رکھنے والا لفظ ہے ۔ صحیح معنوں میں اچھے اخلاق کا مالک ہم اس شخص کو کہیں گے جو لوگوں کے قصور معاف کر دیتا ہو، سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے' کمزوروں اور غریبوں کے کام آئے اور ہر حالت میں سچائی پر قائم رہے اور پیارے بیٹے' ہمارے قائداعظمؒ ایسے ہی اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ اس سلسلے میں ان کے ڈرائیور محمد حنیف آزاد نے کئی واقعات بیان کیے ہیں"۔

اسد جلدی سے بولا" امی جان' میرا خیال ہے قائداعظمؒ کے ڈرائیور آزاد کے یہ واقعات کہانیاں اور افسانے لکھنے والے مشہور ادیب سعادت حسن منٹو نے اپنے ایک مضمون میں بیان کیے ہیں؟"

امی نے کہا" ہاں بیٹے' ویسے منٹو کے علاوہ اور لوگوں نے بھی ایسے واقعات بیان

کیے ہیں لیکن میں منٹو کا لکھا ہوا واقعہ پہلے سناتی ہوں۔ آزاد نے منٹو کو بتایا کہ میں ابھی ڈرائیوری سیکھ رہا تھا کہ قائداعظمؒ کی طرف سے اخبار میں ڈرائیور کی ضرورت کا اشتہار چھپا۔ میں ضرورت مند تھا۔ اشتہار پڑھ کر قائداعظمؒ کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ وہاں اور کئی ڈرائیور نوکری حاصل کرنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ میری خوش قسمتی کہ انہوں نے مجھے پسند کیا۔ دوسرے دن ہی آنے کے لیے فرمایا اور کام بھی بتا دیا۔ قائداعظمؒ کے پاس کئی گاڑیاں تھیں۔ ان میں سے ایک بڑھیا گاڑی میرے حوالے کر دی اور فرمایا یہ گاڑی تم چلایا کرو گے اور باقی گاڑیوں کی دیکھ بھال بھی کرو گے۔ مجھے اس بات سے تو بہت خوشی ہوئی کہ بالکل آسانی سے نوکری مل گئی لیکن ساتھ ہی اس خیال سے دل میں گھبراہٹ بھی پیدا ہوئی کہ میں تو ابھی ڈرائیوری سیکھ رہا ہوں اور میرے پاس ڈرائیوری کا لائسنس بھی نہیں ہے''۔

اسد حیران ہو کر بولا ''امی جان یہ تو اس محمد حنیف آزاد کی بہت بڑی غلطی تھی۔ جب وہ پوری طرح ڈرائیور بھی نہیں بنا تھا تو اسے نوکری حاصل کرنے کے لیے نہیں جانا چاہئے تھا؟''

امی نے جواب میں کہا ''ہونا تو یہی چاہئے تھا لیکن ضرورت مند انسانوں سے ایسی غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ بہر حال تم اس سے آگے کی بات سنو آزاد کا بیان ہے کہ ایک آدھ مہینہ تو خیر خیریت سے گزر گیا۔ قائداعظمؒ دوسری گاڑیوں میں آتے جاتے رہے لیکن ایک دن میرا نمبر آ ہی گیا۔ حکم ہوا آزاد اپنی گاڑی نکالے۔ قائداعظمؒ اور ان کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کسی ضروری کام سے جا رہے تھے میں نے گاڑی نکالی اور دونوں محترم ہستیوں کو لے کر منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ گاڑی تو بہت بڑھیا تھی۔ اس کی رفتار ایسی تھی جیسے بطخ پانی پر تیر رہی ہو۔ لیکن میں یعنی اس کا ڈرائیور اناڑی تھا۔ خیر کچھ راستہ تو اطمینان سے طے ہو گیا لیکن پھر میرا اناڑی پن بری طرح ظاہر ہوا۔ ایک چوک پر اچانک لال بتی جلی تو میں گھبرا گیا اور اس طرح بریک لگائی کہ گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ رکی اور محترمہ فاطمہ جناح کا سر اگلی

سیٹ کی پشت سے بری طرح ٹکرایا۔خود قائداعظمؒ بھی زور سے آگے کی طرف جھکے۔میری تو جان نکل گئی۔ صاف نظر آنے لگا کہ نوکری سے تو جواب ملے گا ہی' سخت سزا بھی دی جائے گی''۔

اسد یوں گھبرا کر بولا جیسے گاڑی کو ایک دم رکتے اور محترمہ فاطمہ جناح کا سر سیٹ کی پشت سے ٹکراتے ہوئے دیکھ رہا ہو''امی جان یہ تو بڑا غضب ہوا۔آزاد بے چارے کو تو واقعی سخت سزا ملی ہوگی؟''

امی مسکراتے ہوئے بولیں ''بالکل نہیں۔آزاد کا بیان ہے قائداعظمؒ نے بہت ناراض ہو کر میری طرف دیکھا ضرور لیکن نہ مجھے برا بھلا کہا اور نہ نوکری سے جواب دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجھ سے پوچھا تک نہیں کہ تم نے یہ کیا حرکت کی البتہ محترمہ فاطمہ جناح بہت ناراض ہوئیں۔انگریزی میں خدا جانے مجھے کیا کیا کہا لیکن نوکری سے نکالنے کی بات انہوں نے بھی نہ کی۔ میں پہلے کی طرح اپنی جگہ کام کرتا رہا اور بہت کوشش کر کے ڈرائیوری بھی اچھی طرح سیکھ لی''۔

اسد بولا''امی جان' میرا خیال ہے قائداعظمؒ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو آزاد صاحب کی کچھ نہ کچھ شامت تو ضرور آتی''۔

''بالکل ایسا ہی ہوتا بیٹے' لیکن حضرت قائداعظمؒ نے اسے اس لیے معاف کر دیا کہ اللہ نے اپنے خاص فضل سے انہیں بہت اچھا اخلاق دیا تھا اور وہ اپنے دین اسلام کے اس حکم سے پوری طرح واقف تھے کہ کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دیا کرو''۔امی نے کہا۔ان کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ اپنے بیٹے کو یہ واقعہ سناتے ہوئے انہیں بہت خوشی ہو رہی ہے۔

اسد نے کہا''اچھی امی جان' اگر حضرت قائداعظمؒ کی زندگی کا کوئی اور ایسا ہی واقعہ آپ کو یاد ہو تو وہ بھی سنائیے''۔

امی خوش ہو کر بولیں ''ضرور بیٹے ضرور۔ انہی آزاد صاحب کی زندگی کا ایک اور واقعہ سنو۔ وہ کہتے ہیں میں جوانی 'بلکہ نوجوانی کی عمر میں حضرت قائداعظمؒ کا ڈرائیور بنا تھا۔ اس عمر میں انسان کھیل تماشوں کا بہت شوقین ہوتا ہے۔ چنانچہ میں بھی ایسا ہی تھا۔ قائداعظمؒ کے ہاں کام بھی زیادہ نہ تھا۔ میرے علاوہ کئی اور ڈرائیور تھے جو اپنی اپنی گاڑیاں چلاتے تھے۔ میرا نمبر مہینے میں ایک آدھ بار ہی آتا تھا اور فرصت کا یہ وقت میں کھیل تماشوں میں گزارتا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ دوستوں کے ساتھ گیا تو آدھی رات گزر جانے کے بعد کوٹھی لوٹا اور اپنے کوارٹر میں جا کر سو گیا۔ میرا خیال تھا قائداعظمؒ کو میری اس آوارہ گردی کا کچھ علم نہیں لیکن میرا یہ خیال بالکل غلط تھا۔ اگلے دن ہی انہوں نے مجھے بلایا اور آدھی رات کے بعد آنے کی وجہ پوچھی۔ میں نے جھوٹے سچے بہانے بنا کر اپنا گناہ چھپانے کی کوشش کی لیکن وہ مطمئن نہ ہوئے۔ انہوں نے کہا آزاد تمہیں چاہئے اپنی عادتیں ٹھیک کرو۔ آوارہ گردی اچھی بات نہیں ہے۔ اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے انہوں نے پھر ایک ایسی بات کہی جس کا مجھے یقین نہ آیا۔ مسکراتے ہوئے بولے ہم نے سوچا ہے تمہاری شادی کر دی جائے۔ یہ سن کر میں تو حیران رہ گیا۔ سوچا شاید صاحب مذاق کر رہے ہیں لیکن یہ مذاق نہ تھا۔ چند دنوں ہی میں انہوں نے میرے لیے ایک لڑکی پسند کی اور اس کے ساتھ میری شادی ہو گئی''۔

اسد بہت خوش ہو کر بولا ''امی جان 'یہ تو قائداعظمؒ نے واقعی کمال کر دیا۔ میرا خیال ہے اپنے ڈرائیور کی شادی کا خرچ بھی انہوں نے خود ہی اٹھایا ہوگا؟''

امی نے کہا ''ظاہر ہے ایسا ہی ہوا ہوگا۔ جب انہوں نے دلہن خود ڈھونڈی تھی تو خرچ بھی خود ہی اٹھایا ہوگا۔ بات اصل میں یہ تھی بیٹے کہ دوسرے عظیم انسانوں کی طرح ہمارے قائداعظمؒ بھی غریبوں اور کمزوروں سے محبت کرتے تھے اور ان کی مدد کرنے کو ضروری جانتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی زندگی کا ایک اور واقعہ سنانے کے قابل ہے''۔

اسد بے صبری سے بولا "امی جان مہربانی کر کے وہ واقعہ سنایئے!"۔

امی کچھ دیر رک کر بولیں "لو سنو یہ واقعہ راولپنڈی کے ایک مسلمان رہنما نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں 1944ء میں قائد اعظمؒ کشمیر تشریف لے گئے تو ہم نے ان سے درخواست کی کہ واپس آتے ہوئے راولپنڈی اور کوہ مری میں بھی تھوڑی دیر کے لیے رکیں اور اس علاقے کے مسلمانوں کو یہ بتائیں کہ پاکستان حاصل کرنا کیوں ضروری ہے۔ انہوں نے ہماری یہ درخواست منظور کر لی۔ واپسی کے سفر میں راولپنڈی رکے اور کوہ مری بھی تشریف لے گئے۔ کوہ مری میں ہم نے انہیں ایک بڑے ہوٹل میں ٹھہرایا۔ اگرچہ ان کے تشریف لانے کا اعلان نہ کیا گیا تھا لیکن پھر بھی ہزاروں مسلمان ان کی زیارت کے لیے ہوٹل پہنچ گئے اور انہیں پر امن رکھنا ہمارے لیے ایک مسئلہ بن گیا۔ اس سلسلے میں خاص بات یہ بھی تھی کہ قائد کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔ وہ اپنا پروگرام خوب سوچ سمجھ کر بناتے تھے اور اس پر سختی کے ساتھ عمل کرتے تھے"۔

اسد بولا "امی جان ان کی حفاظت کا بھی تو مسئلہ تھا۔ سنا ہے ایک شخص نے ان پر قاتلانہ حملہ بھی تو کر دیا تھا"۔

امی نے کہا "ہاں بیٹے یہ معاملہ بھی تھا لیکن جب انہیں لوگوں کے جمع ہو جانے کے بارے میں بتایا گیا تو ناراض نہ ہوئے۔ یہ بات منظور فرمالی کہ جو لوگ ان سے ملنے کے لیے آئے ہیں ان سے ضرور ملیں گے اور انہیں پریشانی سے بچانے کے لیے ہم نے ان لوگوں کو ذرا فاصلے پر کھڑا کیا لیکن اچانک ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور قائد اعظمؒ سے بغل گیر ہو گیا۔ یہ کام اس نے ایسی پھرتی سے کیا کہ اسے روکا نہ جا سکا۔ اس کی اس حرکت کو سخت بدتمیزی خیال کیا ہو گا۔ دوسرے اس کے یوں لپٹ جانے سے ان کا نفیس لباس خراب ہوا"۔

اسد جلدی سے بولا "اور امی جان یہ خطرہ بھی تو پیدا ہوا ہو گا کہ خدا نہ کرے وہ قائد اعظمؒ کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچا دے؟"

امی نے کہا ''ہاں یہ خطرہ بھی تھا' تاہم ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ پنڈی کے رہنے والے ان رہنما کا بیان ہے کہ میری تو یہ حالت ہوگئی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ میں ڈری ڈری نظروں سے قائداعظمؒ کی طرف دیکھنے لگا کہ اس بدتمیزی پر وہ ہم سب کو ڈانٹیں گے اور اس شخص کی بھی خبر لیں گے جس نے یہ حرکت کی تھی لیکن یہ دیکھ کر ہماری جان میں جان آئی کہ قائداعظمؒ نے اسے کچھ بھی نہ کہا۔ مسکرا کر اسے اپنے آپ سے الگ کیا اور اس سے باتیں کرنے لگے''۔

اسد خوش ہو کر بولا ''واہ جی واہ ہمارے قائداعظمؒ نے یہ تو واقعی ایک شاندار بات کی۔ ان کی جگہ ویسی ہی شان رکھنے والا کوئی اور لیڈر رہتا تو اس غریب آدمی کو خوب ڈانٹا بلکہ پولیس کے حوالے کردیتا''۔

امی بولیں ''بات یہ ہے بیٹے کہ اللہ پاک جن لوگوں کو واقعی بڑا بناتا ہے' انہیں حوصلہ بھی بڑا ہی دیتا ہے۔ وہ لوگوں کی ذرا ذرا سی غلطیوں پر ناراض نہیں ہوتے بلکہ انہیں معاف کردیتے ہیں اور ہمارے قائداعظمؒ تو بہت بڑے آدمی تھے''۔

''بیشک امی جان' بیشک'' اسد بہت خوش ہو کر بولا۔

امی نے کہا ''قائداعظمؒ کے اچھے اخلاق کا ایک اور واقعہ سنو۔ جناب ممتاز حسن جو سٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر رہے تھے' بیان کرتے ہیں کہ ایک بار قائداعظمؒ لندن تشریف لے گئے تو ہم لوگ ان کی خواہش پر جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے انہیں مشرقی لندن کی اس مسجد میں لے گئے جو محنت مزدوری کرنے والے مسلمانوں نے چندہ جمع کر کے بنائی تھی۔ اس علاقے میں زیادہ تر وہ مسلمان رہتے تھے جو ملک کے مختلف حصوں سے لندن گئے تھے اور معمولی معمولی کام کر کے روزی کماتے تھے۔ قائداعظمؒ نے شاید اسی وجہ سے اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ غریب مسلمانوں نے بنائی تھی''۔

اسد نے کہا ''امی جان' اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ ہمارے قائداعظمؒ غریبوں اور

مزدوروں کی بہت عزت کرتے تھے؟''

امی نے جواب میں کہا'' بیٹے شریف اور نیک ہونے کی پہلی نشانی ہی یہ ہے کہ انسان غریبوں اور کمزوروں کی عزت کرے۔ امیروں کی عزت تو کرنی ہی پڑتی ہے' انسان کی بڑائی غریبوں اور کمزوروں کی عزت کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ بہر حال تم اس سے آگے بات سنو۔ ممتاز حسن صاحب بیان کرتے ہیں جس وقت قائد اعظمؒ پہنچے مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھر چکی تھی۔ لیکن جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت قائد اعظمؒ آئے ہیں تو انہوں نے جلدی جلدی ان کے لیے اگلی صف میں جگہ بنائی اور ان سے درخواست کی کہ وہ آگے تشریف لے آئیں۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر آگے جانے سے انکار کر دیا کہ اگلی صفوں میں نماز ادا کرنے کا حق انہی کا ہے جو پہلے مسجد میں آئے ہیں اور چونکہ میں دیر سے آیا ہوں' اس لیے پچھلی صف میں نماز ادا کروں گا۔ لوگوں نے بہت کہا کہ آپ ہمارے عظیم رہنما ہیں' آگے تشریف لے آئیے لیکن انہوں نے یہ بات نہ مانی اور سب سے پچھلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی''۔

''سبحان اللہ' سبحان اللہ۔ امی جان اسے کہتے ہیں سچی شرافت اور سچا اخلاق۔ ہم دیکھتے ہیں معمولی معمولی آدمی یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کا ادب اور احترام اس طرح کریں کہ ان کے ہاتھ چومیں اور پیروں کو ہاتھ لگائیں اور انہیں سب سے اونچی جگہ بڑھیا گدوں پر بٹھائیں!''

امی نے کہا'' بیٹے! یہ سب سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے لوگ ہیں۔ انہوں نے اپنے مقدس دین اسلام کی باتیں چھوڑ کر کافروں کے طریقے اپنا لیے ہیں۔ اللہ کے سچے رسول ﷺ کی حدیث ہے کہ جو یہ چاہے کہ جب وہ آئے تو لوگ اس کا ادب کرنے کے لیے کھڑے ہو جایا کریں' وہ ہم میں سے نہیں ہے' خود آنحضور ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ مجلس میں سب کے ساتھ مل کر بیٹھتے تھے اور چلتے ہوئے سب کے ساتھ مل کر چلتے تھے۔ شرافت

اور نیکی کی بات یہ ہے بیٹے کہ انسان چھوٹوں بڑوں سب کی عزت کرے۔ حضرت قائداعظمؒ کا یہی قاعدہ تھا۔ ایک صاحب اے بی اکرم بیان کرتے ہیں۔ خراب موسم کی وجہ سے مجھے سخت زکام ہو گیا۔ اسی حالت میں' میں کسی کام سے حضرت قائداعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اتفاق ایسا ہوا کہ رومال جیب میں رکھنا بھول گیا۔ زکام کو لوگ خاص بیماری نہیں سمجھتے لیکن یہ ہے بہت برا مرض۔ چھینکیں آتی ہیں اور ناک اور آنکھوں سے پانی بہنے کی وجہ سے انسان بہت پریشان ہوتا ہے' بس یہی حال میرا تھا''۔

اسد ہنستے ہوئے بولا ''رومال پاس نہ ہونے کی وجہ سے یہ صاحب تو واقعی تماشہ بن گئے ہوں گے؟''

امی نے کہا ''بالکل ایسا ہی ہوا ہو گا لیکن بیٹے' قربان جایئے حضرت قائداعظمؒ کے' انہوں نے اپنے مہمان کو اس تکلیف میں دیکھا تو آگے بڑھ کر اپنا رومال پیش کر دیا اور مریض کو شرمندگی اور تکلیف سے نجات مل گئی''۔

اسد بہت خوش ہو کر بولا ''امی جان اس واقعے سے تو ثابت ہوتا ہے کہ قائداعظمؒ دوسروں کو معمولی تکلیفوں میں دیکھ کر بھی بے چین ہو جایا کرتے تھے اور ان کی مدد فرماتے تھے؟''

امی نے کہا ''بیٹے' دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر بے چین ہو جانا اور ان کی مدد کرنا اللہ کو بہت پسند ہے اور یہ اچھائی ہمارے قائداعظمؒ میں بہت تھی۔ ان کے ڈرائیور محمد حنیف آزاد نے بیان کیا ہے کہ شادی کے بعد عید آئی تو میں نے سوچا کہ میری بیوی کی یہ میرے گھر میں پہلی عید ہو گی۔ کیوں نہ کسی قدر شان سے منائی جائے لیکن بچا کر کچھ رکھا نہیں تھا۔ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ ارمان پورا ہو تو کیسے ہو! آخر ایک ترکیب سوجھ گئی۔ قائداعظمؒ اور ان کی بہن محترمہ فاطمہ جناح سیر کے لیے میری گاڑی میں سوار ہوئے تو میں نے موقع دیکھ کر عید کا ذکر چھیڑ دیا۔ قائداعظمؒ پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ گاڑی کے شیشے میں مجھے ان کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے دیکھا وہ مسکرائے' مجھے فضول خرچی سے بچنے کی نصیحت کی اور ان کی

طرف سے مجھے دوسو روپے مل گئے''۔

اسد عقیدت بھری آواز میں بولا ''امی جان' میں یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اللہ پاک نے قائداعظمؒ کو اتنا بڑا رتبہ ان کی انہی اچھائیوں کی وجہ سے دیا تھا''۔

امی نے کہا ''تمہارا یہ خیال بالکل ٹھیک ہے بیٹے۔ ویسے اس سلسلے میں بالکل صحیح بات تو یہ ہے کہ انسان کو جتنی بھلائیاں اور نعمتیں بھی ملتی ہیں' اللہ پاک کی مہربانی سے ملتی ہیں لیکن اپنی مخلوق سے محبت کرنے والے خدا نے نعمتوں اور بھلائیوں کا حق دار بننے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی نیک اور شریف بن کر گزارو۔ جن کاموں سے اپنے آپ کو یا کسی اور کو نقصان پہنچتا ہو ان سے بچ جاؤ اور جن کاموں سے اپنے آپ کو یا دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہو ان میں شامل ہو جاؤ۔ مثال کے طور پر علم حاصل کرنا۔ محنت کرنے کی عادت اپنانا اور وقت برباد کرنے سے بچنا وغیرہ اچھی عادتیں ہیں۔ جو بھی ایسی عادتیں اپنائے گا' لازمی طور پر اس کی عزت اور شان بڑھے گی۔ نہ صرف ہمارے قائداعظمؒ بلکہ دنیا میں جتنے بھی بڑے آدمی گزرے ہیں' انہوں نے نیکی اور بھلائی کے راستے پر چل کر ہی عزت اور شان حاصل کی''۔

اسد اپنی امی کی بات کاٹتے ہوئے بولا ''لیکن امی جان' ہماری دنیا میں برائی کے راستے پر چلنے والے بھی تو بہت امیر بن جاتے ہیں؟''

امی نے کہا ''بیٹے اول تو امیر بن جانے اور بڑا آدمی بن جانے میں بہت فرق ہے۔ ہزاروں امیر آدمی ایسے ہیں کہ لوگ دل سے ان کی عزت نہیں کرتے۔ انہیں بددعائیں دیتے اور برے برے ناموں سے پکارتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ کا نہ بدلنے والا قانون یہ ہے کہ برائی کے راستے پر چلنے والوں کو عذاب اور ذلت ہی اٹھانی پڑتی ہے۔ ایسے لوگوں کے گناہ کچھ دیر کے لیے ضرور چھپ جاتے ہیں لیکن آخر ظاہر ہوتے ہیں اور ایسے کام کرنے والوں کو ان کے گناہوں کی پوری پوری سزا ملتی ہے۔ آج کل ہمارے

اخبارات میں ایسے لوگوں کی خبریں کثرت سے چھپ رہی ہیں جنہوں نے بے ایمانیاں کی تھیں اور اب انہیں گرفتار کیا جا رہا ہے اور چلو یہ بات مان لیتے ہیں کہ بہت چالاک لوگ اپنے گناہ چھپانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن قیامت کے دن تو ان کا ایک ایک گناہ ظاہر ہو جائے گا اور اللہ پاک انہیں ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔ پیارے بیٹے' فائدہ اچھائی کے راستے پر چلنے والوں ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ تمہیں چاہیے اسی راستے پر چلو جس پر چل کر ہمارے قائد اعظمؒ نے شان اور عزت حاصل کی تھی۔ کہو ایسا ہی کرو گے نا؟''

اسد جلدی سے بولا ''جی امی' پکا وعدہ کرتا ہوں' انشاء اللہ سچائی اور نیکی کے راستے ہی پر چلوں گا''۔

امی نے خوش ہو کر اسے شاباش دی اور اس کے لیے دعا مانگی۔

☆☆☆

قائداعظمؒ کی بے غرضی اور خودداری

آج اسد کی امی کہانی سنانے بیٹھیں تو انہوں نے کہا۔" بیٹے آج میں تمہیں قائداعظمؒ کی بے غرضی کے بارے میں بتاتی ہوں۔ اللہ کے خاص بندوں کی نشانی ہے کہ وہ جو کام کرتے ہیں' اللہ کو خوش کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ ہر کام میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں' بلکہ اس سے بھی بُری بات یہ ہے کہ اپنے فائدے کے لیے دوسروں کا نقصان کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

ہمارے قائداعظمؒ کو اللہ پاک نے جہاں اور بہت سی اچھائیاں دی تھیں' وہاں یہ اچھائی بھی دی تھی کہ وہ قومی کاموں میں اپنا فائدہ بالکل نہ دیکھتے تھے بلکہ اپنی قوم اور اپنے وطن کا فائدہ دیکھتے تھے۔ اس طرح زندگی گزارنے کو بے غرضی کہتے ہیں اور ہم اپنے قائداعظمؒ کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صحیح معنوں میں بے غرض تھے۔ انہوں نے اپنی قوم اور اپنے وطن کے لیے جتنے کام بھی کئے' اللہ پاک کو خوش کرنے کے لیے کیے۔"

اسد خوش ہو کر بولا۔" امی جان' اسی لیے تو انہیں شاندار کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ایسا اونچا رتبہ ملا۔ مہربانی کر کے آپ ان کی بے غرضی کا کوئی واقعہ سنائیے!"

امی نے کہا" ایک نہیں' بلکہ میں تمہیں ان کی زندگی کے ایسے کئی واقعات سناؤں گی"۔

ایک پرانے مسلم لیگی امین الرحمن صاحب بیان کرتے ہیں" 1937ء میں صوبہ

بہار کے شہر پٹنہ میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا تو اس اجلاس میں کچھ لوگوں نے یہ تجویز پیش کی کہ قائد اعظمؒ کو مسلم لیگ کا تاحیات صدر بنا لیا جائے یعنی جب تک وہ زندہ رہیں وہی صدر رہیں۔ ان کی زندگی میں کسی اور کو صدر نہ چنا جائے۔''

اسد نے کہا ''امی جان، یہ تو بہت اچھی تجویز تھی۔ یہ تو فوراً منظور کر لی گئی ہوگی؟''

امی ہنستے ہوئے بولیں: ''بالکل نہیں، یہ تجویز اس لیے منظور نہ ہوئی کہ خود قائد اعظمؒ نے اس کی مخالفت کی۔ آپ نے فرمایا ''میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ پوری زندگی مسلم لیگ کا صدر رہوں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہر سال صدر کا باقاعدہ چناؤ ہو۔ آپ لوگ میرے کاموں پر غور کریں اور اگر میں نے مفید کام کیے ہوں تو مجھے دوبارہ صدر بنا لیں لیکن پوری زندگی صدر بنانے کا فیصلہ میرے نزدیک غلط ہے۔''

اسد جلدی سے بولا ''لیکن ہمارے زمانے میں تو تاحیات صدر بنانے کا سلسلہ شروع ہے؟''

امی نے کہا ''اسی لیے سیاسی جماعتیں ویسا اچھا کام نہیں کر رہیں جیسا انہیں کرنا چاہیے۔ اصل بات یہ ہے بیٹے کہ جو لوگ عہدوں سے چمٹے رہنا چاہتے ہیں، پرلے درجے کے خود غرض ہوتے ہیں۔ وہ قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ایسا نہیں کرتے بلکہ ذاتی فائدے حاصل کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں جو خرابیاں نظر آ رہی ہیں ایسے ہی خود غرضوں اور مطلب پرستوں نے پیدا کی ہیں۔ اگر ہمارے سیاسی رہنما قائد اعظمؒ کے راستے پر چلتے تو آج ہمارا ملک دوسروں کو قرض دینے کے قابل ہوتا۔ اس کی شان ہی کچھ اور ہوتی!''

''بے شک امی جان، بے شک۔ اس عظیم ملک کو سب سے زیادہ نقصان خود غرض لیڈروں ہی نے پہنچایا ہے۔'' اسد نے یہ بات اس طرح کہی جیسے اسے سخت غصہ آ گیا ہو۔

امی بولیں ''قائد اعظمؒ کی بے غرضی اور شرافت کا ایک اس سے بھی شاندار واقعہ

سنو۔'' جسٹس ذکی الدین پال بیان کرتے ہیں۔''قیام پاکستان سے پہلے پنجاب کے مسلمان طالب علموں نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام سے ایک جماعت بنائی تھی۔ مارچ 1941ء میں اس جماعت کی دعوت پر قائد اعظمؒ لاہور تشریف لائے۔طلبا نے آپس میں مشورہ کر کے انہیں لاہور کے فلیٹیز ہوٹل میں ٹھہرایا۔ وہ اس ہوٹل میں تین دن رہے اور طلبا نے جو پروگرام بنایا تھا' اس میں حصہ لیا۔تین دن بہت مصروف رہنے کے بعد جب وہ لاہور سے رخصت ہونے لگے تو طلبا ہوٹل کے منیجر کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ ''مہربانی کر کے اپنا بل بنا دیجئے۔ہم ادا کرنے کے لیے آئے ہیں۔''طلبا کی یہ بات سن کر ہوٹل کے مینیجر نے کہا ''لیکن ہوٹل میں ٹھہرنے کا بل تو خود قائد اعظمؒ نے ادا کر دیا ہے۔'' یہ سن کر طلبا فوراً قائد اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا ''جناب بل ادا کرنے کی ذمہ داری تو ہماری تھی۔ جناب نے کیوں بل ادا کر دیا۔ ہماری درخواست ہے کہ وہ رقم ہم سے لے لیجئے''۔لیکن قائد اعظمؒ نے یہ بات نہ مانی۔فرمایا'' میں ان لیڈروں میں سے نہیں ہوں جو اپنے پاس سے کچھ خرچ نہیں کرتے۔اپنے اخراجات کا سارا بوجھ دوسروں پر ڈال دیتے ہیں۔''

اسد بڑا حیران ہو کر بولا۔''اس کا مطلب تو یہ ہوا امی جان کہ قائد اعظمؒ اپنی قوم کی جو خدمت کر رہے تھے' صرف اپنا فرض ادا کرنے کے لیے کر رہے تھے۔خود کسی طرح کا فائدہ حاصل کرنے کا ان کے دل میں خیال تک نہ تھا۔''

''بالکل یہی بات تھی بیٹے۔'' امی نے کہا۔پھر ذرا دیر رک کر بولیں۔'' جسٹس صاحب نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ قائد اعظمؒ ٹرین کے ذریعے لاہور آئے تھے۔ہم طالب علم ان کے استقبال کے لیے ریلوے اسٹیشن گئے اور جب وہ ڈبے سے نکل کر پلیٹ فارم پر آئے تو ہمارے ایک ساتھی نے جلدی سے آگے بڑھ کر اور جھک کر ان کے ہاتھ چومنے کی کوشش کی۔قائد اعظمؒ نے فوراً اپنے ہاتھ پیچھے کھینچ لیے اور طالب علم سے کہا

''کسی کے آگے مت جھکیے۔ صرف خدا کے آگے جھکیے!''

اسد نے اونچی آواز میں کہا۔ ''زندہ باد قائداعظمؒ، پائندہ باد قائداعظمؒ۔ اسے کہتے ہیں سچی شرافت اور بے غرضی!''

اسد کو اس طرح خوش ہوتے دیکھا تو امی نے کہا: ''بیٹے جی' قائداعظمؒ کی اچھی باتیں سن کر صرف خوش ہونا کافی نہیں ہے بلکہ فائدے کی اصلی بات ان پر عمل کرنا ہے۔''

اسد جلدی سے بولا ''جی وہ تو میں انشاء اللہ ضرور کروں گا۔ قائداعظمؒ جیسا بننا تو خیر بہت مشکل ہے لیکن میں نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا ہے کہ ان جیسا بننے کی کوشش ضرور کروں گا۔''

امی خوش ہو کر بولیں۔ ''شاباش' اچھا تو لو اپنے قائدؒ کی زندگی کا ایک اور واقعہ سنو سردار عبد الرب نشتر بیان کرتے ہیں ''پاکستان بننے کے بعد جب اس نئی مملکت کا جھنڈا بنانے کے بارے میں سوچا گیا تو قومی اسمبلی کے ممبروں اور وزیروں نے اپنی اپنی پسند کے نمونے پیش کیے اور انہی میں سے ایک صاحب نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ پاکستان کے پرچم میں کچھ جگہ انگریزوں کے قومی جھنڈے یونین جیک کے لیے بھی ضرور رکھی جائے' جیسا کہ دولت مشترکہ میں شامل کئی ملکوں کے قومی جھنڈوں میں رکھی گئی ہے۔ ان صاحب نے یہ تجویز شاید اس لیے پیش کی تھی کہ پاکستان بھی دولتِ مشترکہ میں شامل تھا۔''

اسد امی کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''امی جان' یہ دولتِ مشترکہ کیا تھی؟''

امی نے بتایا: بیٹے جن ملکوں پر پہلے انگریز حکومت کرتے تھے اور وہ آزاد ہو گئے تھے' انگریزوں نے انہیں ملا کر ان ملکوں کی ایک تنظیم بنائی تھی۔ اسی کو دولتِ مشترکہ کہتے تھے یہ تنظیم اب بھی موجود ہے۔''

اسد نے کہا: ''اچھا' میں سمجھ گیا مہربانی کر کے یہ بتایئے کہ پاکستانی پرچم کے سلسلے میں پیش کی گئی اس تجویز کا کیا بنا؟''

امی نے کہا "بنا کیا تھا۔ قائداعظمؒ نے اسے بالکل پسند نہ کیا۔ فرمایا: "خدا کے فضل سے پاکستان ایک آزاد ملک ہے۔ اس کے جھنڈے پر کوئی ایسی علامت نہیں ہونی چاہیے جس سے غلامی کے زمانے کی یاد تازہ ہوتی ہو۔"

قائداعظمؒ کی اس بات کو سب نے ٹھیک مانا اور نواب زادہ لیاقت علی خان کی تجویز پر پاکستان کے قومی پرچم کا موجودہ ڈیزائن منظور کر لیا گیا۔ اس میں سفید پٹی یہ ظاہر کرنے کے لیے رکھی گئی ہے کہ مسلمانوں کے اس نئے عظیم ملک میں دوسری قوموں کے جو لوگ رہتے ہیں انہیں بھی اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا اسی طرح حق ہے جس طرح مسلمانوں کو ہے۔"

اسد خوش ہو کر بولا۔ "گویا قائداعظمؒ کی خودداری اور قومی غیرت کی وجہ سے پاکستان کو ایسا پرچم ملا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے فضل سے یہ ایک آزاد اسلامی ملک ہے۔"

امی نے کہا: "بے شک بیٹے کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم سب بھی اپنے قائدؒ کی طرح غیرت مند اور خوددار ہوتے اور اپنے کاموں سے یہ ثابت کرتے کہ ہم ایک آزاد اسلامی ملک کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے تو اس سلسلے میں ہماری اس طرح رہنمائی کی تھی کہ انگریزی لباس کوٹ پتلون چھوڑ کر شلوار قمیص شیروانی اور وہ ٹوپی پہننی شروع کر دی تھی جسے اب ہم جناح کیپ کہتے ہیں اور انگریزی زبان کی جگہ اردو میں تقریریں کرنے لگے تھے۔"

"اور امی جان قائداعظمؒ نے یہ اعلان بھی تو کیا تھا کہ پاکستان کی قومی زبان اُردو اور صرف اُردو ہوگی؟" اسد نے کہا۔

"ہاں بیٹے، قائداعظمؒ نے ایسا ہی کہا تھا لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے ان کے بنائے ہوئے ملک پر حکومت تو کی اس سے بہت فائدے بھی اٹھائے لیکن ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل نہ کیا۔ بلکہ بے شرمی کے ساتھ ان کے حکموں کو توڑا۔ قائداعظمؒ

نے کہا تھا اُردو پاکستان کی قومی زبان ہوگی۔ ان لوگوں نے انگریزی زبان کو اور ترقی دی۔ اسی طرح اور کاموں میں ان کے حکموں کو توڑا۔'' امی نے بہت رنجیدہ ہو کر کہا۔

''اور یقیناً اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہمارا ملک قرضوں کے بوجھ میں دبا ہوا ہے اور مہنگائی اور بدامنی وغیرہ جیسی مصیبتوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے۔'' اسد نے کہا۔

امی نے کہا: ''بہر حال پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا۔ لیکن اب تم بچوں کو یہ پکا ارادہ کر لینا چاہیے کہ اپنے قائداعظمؒ کے بتائے ہوئے طریقے اپنا کر اس ملک کو ایک عظیم ملک بناؤ گے!''

''امی جان میں نے بالکل پکا ارادہ کر لیا ہے۔ انشاءاللہ اسی طرح زندگی گزاروں گا جس طرح قائداعظمؒ نے گزاری تھی' اسد نے جوش بھری آواز میں کہا۔

امی نے دُعا دینے کے انداز میں کہا۔ ''اللہ پاک تمہیں ایسا ہی کرنے کی توفیق دے۔ اپنے قائد کی زندگی کا ایک اور شاندار واقعہ سنو۔ کرنل ڈاکٹر الٰہی بخش بیان کرتے ہیں۔ ''میں نے قائداعظمؒ کی زندگی کے آخری دنوں میں ان کا علاج کیا تھا۔ وہ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ ان کا زیادہ وقت بستر پر لیٹے ہوئے گزرتا تھا لیکن ان کی اس مجبوری کی حالت میں بھی مجھے اندازہ ہوا تھا کہ وہ بہت زیادہ خوددار تھے۔ مفت کوئی چیز نہ لیتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ قائداعظمؒ جو سگریٹ پیتے تھے' وہ ختم ہو گئے۔ ان دنوں وہ زیارت میں تھے اور وہاں وہ سگریٹ ملنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ ان کی ضرورت کا خیال کر کے میں نے سگرٹوں کا اپنا ڈبہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ مروت کی وجہ سے انہوں نے لینے سے انکار تو نہ کیا لیکن یہ کہہ کر وہ سگریٹ استعمال نہ کیے کہ یہ باسی ہیں۔ اسی طرح جنرل اکبر خان نے ان کے لیے پشاور سے انگور اور پھول بھجوائے۔ انہوں نے وہ واپس تو نہ کیے لیکن سخت لفظوں میں تاکید کی کہ جنرل صاحب آئندہ کوئی چیز نہ بھیجیں۔''

امی نے کچھ دیر رک کر کہا۔ ''انہی ڈاکٹر صاحب نے قائداعظمؒ کی بے غرضی اور

خودداری کا ایک واقعہ بیان کیا۔ وہ لکھتے ہیں ''زیارت سے ہم قائداعظمؒ کو کوئٹہ لے آئے تھے۔ یہاں بھی ان کی طبیعت نہ سنبھلی تو انہوں نے فرمایا مجھے کراچی لے چلو! ہم لوگوں نے غور کیا تو کراچی میں ملیر کا علاقہ ان کے لیے کسی قدر بہتر لگا۔ وہاں بہاولپور ہاؤس میں انہیں رکھا جا سکتا تھا۔ ان دنوں نواب صاحب کے صاحبزادے ان کی وجہ سے بہاولپور ہاؤس خالی کر رہے تھے تو انہوں نے اس کوٹھی میں ٹھہرنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا ''بمبئی میں جب کسی کو جج بنایا جاتا تھا تو وہ کلب اور یار دوستوں کی مجلسوں میں جانا چھوڑ دیتا تھا۔ یہ وہ اس لیے کرتا تھا کہ لوگوں سے میل ملاپ کا اثر مقدموں پر نہ پڑے۔ میں تو اس ملک کا گورنر جنرل ہوں۔ میں یہ بات کس طرح پسند کر سکتا ہوں کہ میرے آرام کے لیے کوئی تکلیف اُٹھائے۔''

امی بولیں: ''بیٹے عام آدمیوں اور قائداعظمؒ میں یہی فرق ہے۔ ان کی زندگی کا ایک اور واقعہ سنو جو خود انہوں نے اپنے دوستوں کو سنایا۔ اس سے ان کی خودداری کے علاوہ قانون پر عمل کرنے کی خوبی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ انہوں نے بیان کیا: ''ایک بار سفر کے دوران میں فرانس کے کسٹم افسر کو اپنا سامان چیک کرا رہا تھا۔ میرے سامان میں سگرٹوں کے کچھ ڈبے تھے جو میں نے اپنے استعمال کے لیے خریدے تھے۔ ذاتی استعمال کی چیزوں پر کسٹم نہیں لیا جاتا لیکن اس فرانسیسی کو خدا جانے کیا سوجھی، کہنے لگا ان سگرٹوں پر آپ کو اتنی رقم ادا کرنی پڑے گی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ یہ تجارت کا مال نہیں۔ میں نے اپنے ذاتی استعمال کے لیے ساتھ رکھے ہیں۔ لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا اور میں نے وہ ڈبے اٹھا کر جنگلے سے باہر پھینک دیئے اور اس سے کہا کہ آپ چاہیں تو ڈبے اُٹھا لیں۔''

اسد ہنستے ہوئے بولا: ''پھر تو وہ کسٹم افسر بہت کھسیانہ ہوا ہوگا؟''

امی نے کہا ''ظاہر ہے ایسے لوگوں کو شرمندگی تو اُٹھانی ہی پڑتی ہے، لیکن اس کے حصے میں یہ شرمندگی اس لیے آئی کہ قائداعظمؒ اپنے اصول پر قائم رہے۔ ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کچھ دے دلا کر کسٹم افسر کو راضی کر لیتا اور اپنے سگریٹ بچا لیتا۔''

''بے شک' لیکن قائداعظمؒ ایسا کام کس طرح کر سکتے تھے؟'' اسد نے بہت خوش ہو کر کہا۔

امی بولیں۔ بیٹے' ٹھیک بات پر قائم رہنا ہی انسان کی وہ خوبی ہے جو اسے کامیابی کی منزل پر پہنچاتی ہے اور ہمارے قائداعظمؒ میں یہ اچھائی کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد سٹیٹ بنک قائم ہوا تو اس کے افتتاح' یعنی کام شروع کرنے کے جلسے کی صدارت قائداعظمؒ نے کی۔ وہ ان دنوں بیمار تھے لیکن جلسے کی صدارت کرنے کے لیے بالکل ٹھیک وقت پر تشریف لائے۔ اس جلسے میں شریک ہونے کے لیے جو دعوت نامے بھیجے گئے تھے' ان میں یہ بات لکھ دی گئی تھی کہ مہمان وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں۔ اب اتفاق ایسا ہوا کہ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان اور ان کے علاوہ چند اور بڑی حیثیت کے مہمان وقت پر نہ پہنچ سکے۔ ان کے مرتبے کے مطابق ان کی کرسیاں پہلی رو میں رکھی گئی تھیں۔ قائداعظمؒ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو ان کی نظر خالی کرسیوں پر پڑی۔ گھڑی دیکھی اور حکم دیا کہ یہ کرسیاں اٹھالی جائیں۔ اس حکم پر فوراً عمل ہوا اور اس کے فوراً بعد ہی نواب زادہ صاحب اور دوسرے مہمان آ گئے۔ قائداعظمؒ نے نواب زادہ صاحب اور دیر سے آنے والے دوسرے لیڈروں کی طرف دیکھا ضرور لیکن تقریر جاری رکھی۔ ادھر نواب زادہ صاحب خیال کر رہے تھے کہ انہیں دیکھتے ہی ان کے لیے کرسیاں لائی جائیں گی لیکن کسی نے بھی ان کی طرف دھیان نہ دیا اور قائداعظمؒ کی پوری تقریر انہوں نے کھڑے رہ کر سُنی۔''

اسد نے کہا ''لیکن امی جان' یہ تو ملک کے وزیر اعظم کی بہت توہین ہوئی؟''

''بے شک توہین ہوئی لیکن ان کی اپنی غلطی کی وجہ سے ہوئی۔ جب وہ جانتے تھے کہ قائداعظمؒ ہر کام بالکل ٹھیک وقت پر کرتے ہیں اور قاعدے قانون کے خلاف کسی بات کو بھی پسند نہیں کرتے تو انہیں ٹھیک وقت پر آنا چاہیے تھا۔''

امی نے کہا۔

اسد کچھ سوچتے ہوئے بولا ''ہاں یہ تو ٹھیک ہے میرا خیال ہے کہ وزیر اعظم یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ کرسیاں قائد اعظمؒ کے حکم سے اٹھائی گئی تھیں''۔

امی نے جواب دیا ''تمہارا خیال ٹھیک ہے اسی لیے تو چپ چاپ کھڑے رہے ورنہ خود حکم دے کر اپنے لیے کرسی منگوا سکتے تھے۔ بات یہ ہے بیٹے کہ حضرت قائد اعظمؒ کے اچھے کاموں اور بہت اچھی عادتوں کی وجہ سے ہی اللہ نے انہیں ان کے ساتھیوں میں سب سے بڑا بنا دیا تھا۔ ان کی زندگی کا ایک واقعہ تو ایسا ہے کہ اس سے پرانے زمانے کے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔''

اسد جلدی سے ''وہ واقعہ کونسا ہے؟ امی جان وہ تو مہربانی کر کے ضرور سنائیے!''

امی نے کہا: ''تم نے اپنی تاریخ کی کتاب میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا نام پڑھا ہوگا؟''

''جی امی پڑھا ہے۔ وہ خاندان بنی اُمیہ کے خلیفہ تھے۔'' اسد نے کہا۔

امی نے کہا ''حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا واقعہ ہے۔ وہ اکیلے بیٹھے سرکاری کاغذات دیکھ رہے تھے کہ ان کے ایک دوست ان سے ملنے کے لیے آگئے۔ انہوں نے اپنے ان دوست کو بہت عزت کے ساتھ اپنے قریب بٹھایا لیکن ساتھ ہی وہ چراغ بجھا دیا جس کی روشنی میں کام کر رہے تھے۔ ان کے دوست نے حیران ہو کر پوچھا ''حضرت یہ آپ نے چراغ کیوں بجھا دیا؟'' خلیفہ نے جواب دیا ''یہ چراغ جس کی روشنی میں کام کر رہا تھا سرکاری تیل سے جل رہا تھا۔ اب میں آپ کے ساتھ جو وقت گزاروں گا۔ وہ میرا ذاتی معاملہ ہوگا۔ چراغ میں نے اس لیے بجھا دیا کہ میرے ذاتی کام کے وقت سرکاری تیل خرچ نہ ہو۔''

اسد حیران ہو کر بولا: ''اللہ اللہ کس قدر ایماندار تھے ہمارے بزرگ کہ ایسی

معمولی باتوں کا بھی خیال رکھتے تھے جن کی طرف عام لوگوں کا دھیان ہی نہیں جاتا۔''

امی نے کہا: ''اور بیٹے اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنے بڑے رتبے پر پہنچایا تھا کہ ان کے زمانے میں ان سے اچھا اور ان سے بڑا کوئی نہ تھا۔ تم نے اپنی تاریخ کی کتاب میں پڑھا ہوگا کہ اس زمانے میں پوری دنیا میں مسلمانوں کی سلطنت سب سے بڑی تھی۔''

اسد نے کہا: ''جی امی' میں نے یہ بات پڑھی ہے۔ اچھا یہ بتائیے کہ کیا ہمارے قائداعظمؒ بھی ایسی معمولی معمولی باتوں کا خیال رکھتے تھے؟ آپ کہہ رہی تھیں نا کہ ان کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ سنائیں گی۔''

امی بولیں' جناب ممتاز حسن جو نیشنل بینک آف پاکستان کے مینیجنگ ڈائریکٹر تھے' بیان کرتے ہیں۔ ''جن دنوں قائداعظمؒ پاکستان کے گورنر جنرل تھے' کسی سرکاری کام سے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے مجھے اپنے کمرے میں بلا لیا۔ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہیں قائداعظمؒ اچھی طرح جانتے تھے لیکن اس دن میں سرکاری کام سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس طرح ملے جیسے مجھے پہلے دیکھا بھی نہ ہو۔ جب تک سرکاری کاغذات ان کے سامنے رہے' مجھ سے صرف انہی کے بارے میں باتیں کیں۔ اور اچھے خاصے سخت لہجے میں۔ کئی اعتراضات بھی کیے اور سوال بھی پوچھے۔ میں ان کے اس طرح باتیں کرنے پر حیران تو ہوتا رہا لیکن خاموش رہا۔ آخر انہیں اطمینان ہوگیا کہ اس معاملے میں کسی طرح کی گڑبڑ نہیں اور کاغذوں پر دستخط کر دیئے اور اس کے ساتھ ہی ان کا وہ سخت لہجہ بھی ختم ہوگیا۔ انہوں نے میری خیر خیریت پوچھی اور جتنی دیر میں وہاں رہا' بہت شفقت سے باتیں کرتے رہے۔''

اسد خوش ہو کر بولا: ''اور قائداعظمؒ نے یہ اس لیے کیا کہ سرکاری کام میں کسی طرح کی رعایت کرنے کا خیال دل میں نہ آئے؟''

''ہاں بیٹے بالکل اسی لیے' اب ضرورت اسی بات کی ہے کہ ہم سب اپنے قائدؒ

کے ان اچھے طریقوں کو اپنائیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہماری ساری مصیبتیں دیکھتے دیکھتے ختم ہو جائیں گی۔"

اسد امی کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس نے ایسا ہی کرنے کا پکا ارادہ کرلیا ہو!

☆☆☆

قائداعظمؒ کی خوش مزاجی

اسد امتحان میں پاس ہو گیا تھا' اس لیے وہ اور اس کے گھر والے بہت خوش تھے۔ اس نے اپنی امی سے کہانی سنانے کے لیے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولیں ''لو بیٹے' آج ہم تمہیں حضرت قائداعظمؒ کی خوش مزاجی کے کچھ واقعات سناتے ہیں۔''

اسد خوشی ظاہر کرتے ہوئے بولا ''قائداعظمؒ کی خوش مزاجی کے واقعات! امی جان' کیا ہمارے قائداعظمؒ خوش مزاج بھی تھے؟ ان کی تصویروں سے تو یوں لگتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں شاید مسکرائے بھی نہ ہوں گے۔''

امی ہنستے ہوئے بولیں ''بیٹے' تم نے تو یہ بات اس طرح کی ہے جیسے قائداعظمؒ کی پوری زندگی کی تصویریں دیکھ چکے ہو۔ برخوردار جن تصویروں کی تم بات کر رہے ہو وہ تو گنتی میں چند ایک ہی ہیں اور خاص خاص موقعوں کی ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دُنیا کے دوسرے بڑے انسانوں کی طرح ہمارے قائداعظمؒ بھی بہت خوش مزاج تھے۔ ان کی زندگی کے حالات لکھنے والوں نے یہ بات خاص طور سے لکھی ہے کہ وہ خود بھی خوش رہتے تھے اور دوسروں کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔''

اسد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ''امی جان' آپ نے کہا دُنیا کے دوسرے بڑے انسانوں کی طرح قائداعظمؒ بھی بہت خوش مزاج تھے تو کیا بڑے انسان لازمی طور پر خوش مزاج ہوتے ہیں؟''

امی نے جواب دیا ''بالکل ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی دانائی کی وجہ سے

ان نعمتوں پر زیادہ دھیان دیتے ہیں جو اللہ نے ہم انسانوں کو عطا کی ہیں اور وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان پر غور کرتے ہوئے انسان کا دل خوشی سے لبریز ہو جاتا ہے۔''

''مثلاً؟'' اسد نے بھولپن سے سوال کیا۔

امی نے اسے بتایا ''مثلاً ہمارا انسان ہونا کہ ہم دوسرے جانداروں کی طرح مجبور نہیں ہیں کہ ان میں سے کوئی زمین پر رینگتا ہے۔ کوئی چاروں پیروں سے اس طرح چلتا ہے کہ اس کا منہ زمین کی طرف جھکا ہوا ہوتا ہے' نہ وہ اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں نہ اپنی ضرورت کی کوئی چیز بنا سکتے ہیں۔ ان کی زندگی بس کھانے پینے' سونے جاگنے اور چلنے پھرنے تک محدود ہے۔ ان کے مقابلے میں ہم انسان ہیں کہ اللہ نے ہمیں ہر لحاظ سے مکمل پیدا کیا ہے۔ عقل اور علم کی دولتیں دی ہیں' اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری ضرورت کی چیزیں ہیں' پھل ہیں' اناج اور ترکاریاں ہیں' پھول ہیں' چاند' سورج اور ستارے ہیں' دھوپ اور سایہ ہے' ہوا اور پانی ہے' غرض اتنی نعمتیں ہیں کہ ہم انہیں گن بھی نہیں سکتے۔ کم عقل ان پر غور کریں نہ کریں لیکن عقلمند تو ان کے بارے میں ضرور سوچتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور شکر ادا کرنے والے ہمیشہ خوش رہتے ہیں اور خدا کے فضل سے ہمارے قائداعظمؒ انہی عقلمند لوگوں میں سے تھے۔''

اسد نے کہا ''آپ کو ان کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ یاد ہے جس سے ان کا خوش مزاج ہونا ثابت ہوتا ہو؟''

امی خوش ہو کر بولیں ''کوئی ایک واقعہ ..... مجھے تو ان کی زندگی کے ایسے بہت سے واقعات یاد ہیں۔ جناب مطلوب الحسن سید نے اپنے ایک مضمون میں قائداعظمؒ کی خوش مزاجی اور حاضر جوابی کے کئی واقعات لکھے ہیں' پہلے ان میں سے دو ایک سنو۔'' وہ لکھتے ہیں ''قائداعظمؒ لندن گئے ہوئے تھے اور وہاں پریس کانفرنس میں اخباروں کے ایڈیٹروں کو یہ بات بتا رہے تھے کہ کانگریس صرف ہندوؤں کی نمائندگی کی کوشش کر رہی ہے اور اس نے

مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اچانک ایک ایڈیٹر کھڑا ہوا اور اس نے کہا ''لیکن مسٹر جناح' ایک زمانے میں تو آپ خود بھی اسی کانگریس میں شامل تھے؟'' ایڈیٹر کا خیال ہوگا کہ قائداعظمؒ اس سوال کا جواب نہ دے سکیں گے کہ جس جماعت میں وہ خود شامل تھے' اب اسی کی برائیاں بیان کر رہے ہیں لیکن قائداعظمؒ نے فوراً جواب دیا ''جی ہاں! کبھی میں بچہ بھی تھا اور ابتدائی جماعتوں میں پڑھتا تھا۔''

اسد خوش ہو کر بولا ''امی! وہ ایڈیٹر تو اپنا سا منہ لے کر رہ گیا ہوگا؟''

امی نے کہا ''بیٹے' دانا اور سچے لوگوں پر اعتراض کرنے والوں کو تو ہمیشہ شرمندگی ہی اُٹھانی پڑتی ہے۔ مطلوب صاحب نے ایک اور واقعہ لکھا ہے وہ لکھتے ہیں'' قائداعظمؒ کار میں سفر کر رہے تھے۔ منزل کافی دور تھی۔ گاڑی آہستہ چلائی جا رہی تھی۔ قائداعظمؒ نے تھکاوٹ محسوس کی تو فرمایا' مناسب ہوگا کسی جگہ رُک کر ایک ایک پیالی چائے پی لیں۔ چنانچہ ایک چھوٹے سے ریلوے سٹیشن کے قریب گاڑی روک لی گئی۔ محترمہ فاطمہ جناح چائے کا انتظام کرنے لگیں اور قائداعظمؒ ٹہلتے ہوئے سٹیشن کی طرف بڑھ گئے۔ یہ ایسی جگہ تھی کہ انہیں پہچان لیے جانے کا خیال بھی نہ آ سکتا تھا لیکن کچھ لوگوں نے انہیں پہچان لیا اور ذرا سی دیر میں اچھی خاصی ہلچل مچ گئی۔ میں گھبرایا کہ زیادہ لوگ اکٹھے ہو گئے تو سفر میں رکاوٹ پڑے گی اور مناسب لفظوں میں قائداعظمؒ کی توجہ اس طرف توجہ دلائی۔ میں اچھا خاصا گھبرا گیا تھا لیکن انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''فکر کی کوئی بات نہیں۔ چائے کی پیالی کا طوفان ہے۔ ذرا دیر میں ختم ہو جائے گا!''

اسد خوش ہو کر بولا ''اور امی جان' قائداعظمؒ کی زندگی کا وہ واقعہ بھی تو بہت شاندار ہے جب کسی نے ان سے سوال کیا تھا کہ قائداعظمؒ آپ شیعہ ہیں یا سنی؟ اور قائداعظمؒ نے فوراً سوال کیا تھا پہلے تم بتاؤ رسول اللہ ﷺ سنی تھے یا شیعہ؟ اس نے جواب دیا تھا وہ تو نہ شیعہ تھے نہ سنی اور قائدؒ نے یہ کہہ کر اسے لاجواب کر دیا تھا کہ میں بھی نہ شیعہ ہوں نہ سنی' بس مسلمان ہوں''۔

امی نے کہا ''ہاں بیٹے' یہ واقعہ تو بہت مشہور ہے اور ایسا ہے کہ جو لوگ فرقوں میں بٹ کر آپس میں لڑ رہے ہیں' انہیں اس پر غور کرنا چاہیے۔ بالکل صحیح بات یہی ہے کہ ہم صرف مسلمان ہیں اور ہمارے دین کا نام اسلام ہے۔ قرآن مجید میں اللہ نے یہی فرمایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ مذہب کے نام پر آپس میں لڑنے والوں کو سخت سزا ملے گی۔''

اسد حیران سا ہو کر بولا ''امی جی' کیا یہ بات حیرت میں ڈالنے والی نہیں ہے کہ ہمارے قائداعظمؒ تو اللہ کے اس حکم پر عمل کرتے تھے لیکن بڑے بڑے ناموں والے مولوی دین کے نام پر مسلمانوں کو لڑاتے رہتے ہیں؟''

امی کسی قدر ناراض ہو کر بولیں ''اچھا اب تم خود بڑا بننے کی کوشش نہ کرو' بڑوں کی باتیں بڑوں پر چھوڑو' البتہ خود یہ ارادہ کر لو کہ اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو صرف مسلمان کہو گے!''

''جی امی' وہ تو میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے'' اسد نے کہا ''مہربانی کر کے آپ مجھے قائداعظمؒ کا کوئی اور واقعہ سنایئے!''

امی نے کہا ''قائداعظمؒ کے اسسٹنٹ پرائیوٹ سیکرٹری فرخ امین صاحب کا بیان ہے۔ قائداعظمؒ اپنی عام حالت میں تو بہت سنجیدہ نظر آتے تھے لیکن وہ تھے بہت خوش مزاج۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کھانا کھاتے ہوئے کوئی مزے دار لطیفہ سناتے۔ ایک دن انہوں نے یہ لطیفہ سنایا۔ برطانیہ میں ریلوے ٹرین ایک سٹیشن پر کسی وجہ سے دیر تک رُکی رہی تو ایک ہندوستانی جج ٹرین سے اُتر کر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ انہیں دیکھ کر ایک انگریز جلدی جلدی چلتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور ان سے پوچھا کیوں جناب ٹرین کتنی دیر میں چلے گی؟ جج نے جواب دیا مجھے کیا معلوم' اس پر انگریز بولا' معلوم کیوں نہیں' کیا آپ سٹیشن ماسٹر نہیں ہیں؟ جج صاحب ناراض ہو کر بولے' جی نہیں' میں سٹیشن ماسٹر نہیں ہوں' یہ سُن کر انگریز نے کہا' سٹیشن ماسٹر نہیں ہیں تو ایسے لگتے کیوں ہیں؟''

امی کچھ دیر رُک کر بولیں ''ملک افتخار احمد بیان کرتے ہیں کہ پنجاب کے طالب علموں کی دعوت پر قائداعظمؒ لاہور آئے تو ان کا استقبال کرنے کے لیے طالب علموں کے علاوہ عام مسلمان بھی ہزاروں کی تعداد میں ریلوے سٹیشن پہنچ گئے۔ یوں لگتا تھا اپنے قائد کو دیکھنے کے لیے پورا شہر اُمڈ آیا ہے۔ پلیٹ فارم قائداعظمؒ زندہ باد اور مسلم لیگ زندہ باد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ لوگ خوشی سے دیوانے ہوئے جا رہے تھے لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ جیسے ہی قائداعظمؒ ڈبے سے نکلے' پورے سٹیشن کی بجلی بند ہو گئی۔ شاید مسلمانوں کے کسی دشمن نے جان بوجھ کر یہ شرارت کی تھی۔ اس کا مقصد تھا بجلی بند ہو گی تو لوگ کہیں گے لو جی' مسلمانوں کے قائد کے آتے ہی اندھیرا چھا گیا لیکن قائداعظمؒ نے کمال ذہانت اور حاضر دماغی سے اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ آپ نے بہت اُونچی آواز میں کہا'' لیجیے حضرات میرے لاہور پہنچتے ہی یونینسٹوں کی حکومت کا چراغ گل ہو گیا اور ان کے اس جملے نے بات کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ اب لوگ ان کی آمد کے بارے میں باتیں کرنے کی بجائے قائداعظمؒ زندہ باد' مسلم لیگ زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے اور یونینسٹوں کا مذاق اُڑا رہے تھے۔''

اسد نے ہنستے ہوئے سوال کیا'' امی جان' یہ یونینسٹ کون تھے؟''

امی نے جواب دیا'' بیٹے' یہ پنجاب کی ایک سیاسی پارٹی تھی جو انگریزوں کے پٹھو زمینداروں اور جاگیرداروں نے بنائی تھی۔ اس میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ زمیندار بھی شامل تھے۔ یہ پارٹی انگریزوں نے مسلم لیگ کا راستہ روکنے کیلئے بنوائی تھی۔''

اسد بولا'' اچھا یہ بات تھی پھر تو امی جان' قائداعظمؒ کے اس جملے کی تاریخی حیثیت ہے؟''

امی نے کہا'' بالکل اور ہوا بھی یہی کہ پھر پنجاب میں مسلم لیگ کا سورج نکلا اور یونینسٹوں کا چراغ بجھ گیا۔ بہر حال یہ سب باتیں تم اپنی تاریخ کی کتابوں میں پڑھو گے۔ اب میں تمہیں قائداعظمؒ کی خوش مزاجی اور حاضر دماغی کے کئی واقعات سناتی ہوں۔ یہ واقعات پروفیسر رحیم بخش شاہین نے اپنی کتاب 'نقوش قائداعظمؒ' میں لکھے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

''اگست 1947ء میں پاکستان قائم ہوا تو قائداعظمؒ کے ساتھ ہندوستان کا آخری انگریز وائسرائے لارڈ مونٹ بیٹن بھی کراچی آیا۔ وہ یہاں پاکستان قائم ہونے کا سرکاری اعلان کرنے کے لیے آیا تھا۔ اس وائسرے کے بارے میں عام رائے یہ ہے کہ وہ ہندوؤں کا طرف دار اور مسلمانوں کا مخالف تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسے بھارت اور پاکستان دونوں ملکوں کا گورنر جنرل بنایا جائے۔ ہندوؤں نے تو اسے بھارت کا گورنر جنرل مان لیا تھا لیکن قائداعظمؒ نے اس کی یہ بات نہ مانی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا پاکستان ایک آزاد اسلامی ملک ہے اس کا گورنر جنرل کوئی مسلمان ہی ہوگا۔''

اسد اپنی امی کی بات کاٹتے ہوئے بولا ''اور یہ عہدہ خود قائداعظمؒ نے اپنے پاس رکھا تھا؟''

امی نے کہا ''ہاں! اور یہ ان کی بہت بڑی دانائی تھی۔ بہر حال تم وہ واقعہ سنو جو میں نے شروع کیا ہے۔ یہ لارڈ صاحب قومی اسمبلی کے اجلاس میں تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو اور باتوں کے علاوہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اس نئے ملک میں دوسری قوموں کے لوگوں سے اچھا سلوک اور انصاف کرنے کے لیے وہی طریقہ اپنائیں جو مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر نے اپنایا تھا۔ یہ بظاہر ایک اچھی بات تھی لیکن غلط اس لیے تھی کہ لارڈ صاحب نے جس بادشاہ کا طریقہ اپنانے کے لیے کہا تھا' اس نے سچے دین اسلام کے مقابلے میں دین الہٰی کے نام سے ایک نیا دین گھڑ لیا تھا۔ قائداعظمؒ نے اپنی تقریر میں فوراً ہی اس غلط مشورے کی تردید کی۔ آپ نے فرمایا ''دوسری قوموں کے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک اور انصاف قائم کرنے کے لیے ہمیں مغل بادشاہ اکبر کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تعلیم تو ہمیں اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے دی ہے۔ ہم انہی کے طریقوں کو اپنائیں گے۔''

اسد خوش ہو کر بولا ''سبحان اللہ' قائداعظمؒ نے کیسے عمدہ طریقے سے لارڈ صاحب کو بتایا کہ ہم نے پاکستان کیوں حاصل کیا ہے۔''

امی نے کہا ''بات یہ ہے بیٹے کہ جب کوئی صحیح معنوں میں اچھا بن جاتا ہے تو اللہ اس کے دل اور دماغ کو ایمان کے نور سے بھر دیتا ہے۔ اس میں دانائی بھی آ جاتی ہے اور بہادری بھی۔ لارڈ صاحب نے اپنی طرف سے بہت ہوشیاری کے ساتھ پاکستان کو ایک لادین ریاست بنانے کا مشورہ دیا تھا لیکن قائداعظمؒ نے فوراً اس کی چالاکی کو سمجھ لیا اور ایسا اچھا جواب دیا کہ اس کی ساری غلط فہمیاں دور ہوگئی ہونگی۔''

اسد نے خوش ہو کر کہا ''جی امی! اچھا ان کا کوئی اور واقعہ سنایئے''

امی بولیں شاہین صاحب لکھتے ہیں ''جن دنوں قائداعظمؒ کشمیر گئے ہوئے تھے اس دن کھانا کھاتے ہوئے کشمیر کے ہندو راجہ کا ذکر چھڑ گیا۔ ایک صاحب نے کہا سنا ہے مہاراجہ کشمیر کھانا بہت اچھا پکاتے ہیں۔ یہ سن کر قائداعظمؒ نے ہنستے ہوئے کہا۔ خیر انڈا تو میں بھی اُبال لیتا ہوں ویسے اگر مہاراجہ صاحب پسند کریں تو میں انہیں اپنے ساتھ بمبئی لے جانے کے لیے تیار ہوں۔ ان دنوں مجھے ایک اچھے باورچی کی ضرورت ہے۔''

اسد ہنستے ہوئے بولا ''امی جان! اچھا ہی ہوتا اگر مہاراجہ کشمیر قائداعظمؒ کی نوکری کر لیتے، کشمیر کا جھگڑا تو پیدا نہ ہوتا۔''

امی مسکراتے ہوئے بولیں ''بیٹے یہ تو ایک لطیفہ ہے۔ لو تم قائداعظمؒ کا ایک اور مزے دار لطیفہ سنو۔ اُردو زبان کے مشہور ادیب اور مصنف عاشق حسین بٹالوی بیان کرتے ہیں۔ ''ملک برکت علی کے صاحبزادے ملک شوکت علی کی شادی کی تقریب میں قائداعظمؒ نے بھی شرکت فرمائی۔ اس تقریب میں کھانا تیار کرنیوالے باورچیوں سے ایک بہت دلچسپ غلطی ہوگئی۔ انہوں نے فیرنی کی ایک دیگ میں چینی کی جگہ پیا ہوا نمک ڈال دیا۔ غلطی معلوم ہونے کے بعد یہ دیگ الگ رکھ دی گئی تھی لیکن کھانا اُتارنے والوں سے پھر غلطی ہوئی اور انہوں نے اس بہت زیادہ نمکین فیرنی کی کچھ پلیٹیں بھی مہمانوں کے سامنے رکھ دیں۔ قائداعظمؒ اور یونینسٹ پارٹی کے رہنما سر فضل حسین کھانے کی میز پر پاس پاس بیٹھے

تھے۔ اتفاق سے سر فضل حسین کے حصے میں نمکین فیرنی کی پلیٹ آ گئی۔ انہوں نے فیرنی کھائی تو بُرا سا منہ بنا کر چمچہ ہاتھ سے رکھ دیا۔ قائداعظمؒ نے پوچھا کیا بات ہے' آپ کھاتے کیوں نہیں؟ سر فضل حسین نے رومال سے مُنہ صاف کرتے ہوئے جواب دیا ''معلوم ہوتا ہے لاہور والوں نے اپنے رواج بدل لیے ہیں۔ میٹھی فیرنی کی جگہ نمکین پکوانے لگے ہیں' بلکہ نمکین بھی ایسی کہ اس کا ذائقہ کڑوا ہو گیا ہے'' یہ سُن کر قائداعظمؒ نے ہنستے ہوئے فرمایا'' لگتا ہے ملک صاحب نے آپ کو اپنا نمک خوار بنانے کے لیے خاص طور سے نمکین فیرنی تیار کرائی ہے''۔ یہ باتیں اور لوگ بھی سُن رہے تھے۔ انہوں نے زوردار قہقہہ لگایا اور خود فضل حسین بھی بے اختیار ہنسنے لگے۔''

اسد ہنستے ہوئے بولا ''یونینسٹ رہنما کو مسلم لیگی کا نمک خوار بنا کر قائداعظمؒ نے واقعی لاجواب نکتہ پیدا کیا۔''

امی نے کہا'' بیٹے! اللہ نے اپنے خاص فضل سے ہمارے قائداعظمؒ کو یہ خوبی خاص طور سے عطا کی تھی کہ وہ اس طرح بات سے بات پیدا کرتے تھے کہ سننے والوں کے چہرے خوشی سے کھل جاتے تھے۔ ایک اور مشہور ادیب کیپٹن ممتاز ملک نے ان کی زندگی کا بہت دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''جن دنوں حکومت برطانیہ اور ہندوستانی لیڈروں میں ملک کی آزادی کے سلسلے میں بات چیت ہو رہی تھی' قائداعظمؒ ایک کانفرنس میں شریک ہونے کے لیے لندن تشریف لے گئے۔ ان کے استقبال کے لیے ہندوستانیوں کی بہت بڑی تعداد ہوائی اڈے پر پہنچی ہوئی تھی۔ اخباروں کے ایڈیٹر بھی بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ لندن کا آسمان عام طور سے بادلوں سے ڈھکا رہتا ہے لیکن اس دن آسمان صاف تھا اور ہر چیز سنہری دھوپ میں چمک رہی تھی۔ قائداعظمؒ ہوائی جہاز سے اُترے تو ایک اخبار نویس نے آگے بڑھ کر سوال کیا۔ مسٹر جناح' آپ ہمارے لیے کیا لائے ہیں؟ اس کا مطلب تو یہ تھا آزادی کی جو گفتگو ہو رہی ہے' اس کے سلسلے میں کیا خبر لائے ہیں؟ قائداعظمؒ

اس اصل سوال کا جواب دیتے تو کافی وقت لگتا۔ اس کے علاوہ یہ خطرہ بھی تھا کہ دوسرے اخبار نویس بھی سوالات کی بوچھاڑ کر دیں گے۔ قائداعظمؒ ذرا دیر کے لیے رُکے اور مسکراتے ہوئے فرمایا "میں آپ کے لیے بہت اچھا موسم لایا ہوں۔" کیپٹن ممتاز ملک اپنے اس مضمون میں لکھتے ہیں۔ "ہوائی جہاز سے اُتر کر قائداعظمؒ کار میں سوار ہونے لگے تو اخبار نویسوں نے پھر انہیں گھیر لیا اور مطالبہ کرنے لگے۔ آپ کوئی بیان ضرور دیجئے! قائداعظمؒ نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا "سنیئے حضرات آج میرا بیان یہ ہے کہ میں کوئی بیان نہیں دوں گا" اور قائداعظمؒ کے یہ دو جملے ایسے تھے کہ دوسرے دِن لندن کے سارے اخبار ان کی تعریفوں سے بھرے ہوئے تھے۔

اسد نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا "امی جان لگتا ہے اللہ نے ہمارے قائداعظمؒ کو ساری اچھائیاں دے دی تھیں۔"

امی بولیں "بیٹے یوں تو ہمارا پیارا وطن اللہ پاک نے عطا فرمایا ہے لیکن اسے حاصل کرنے اور بنانے میں سب سے زیادہ حصہ قائداعظمؒ کی قابلیت اور کوششوں کا ہے۔ آج ہم ان کی خوش مزاجی کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک اور دلچسپ واقعہ سنو یہ واقعہ خود قائداعظمؒ نے سنایا۔ "آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس ناگپور میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جب میں اس اجلاس میں شامل ہونے کے لیے ناگپور آ رہا تھا تو ٹرین ایک چھوٹے سے سٹیشن پر رُکی اور کسی طرح لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس ٹرین میں میں سفر کر رہا ہوں۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو گئے اور پاکستان زندہ باد، قائداعظمؒ زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ ان کا جوش وخروش دیکھ کر میں ٹرین سے اُترا تو دیکھا کہ سات آٹھ سال کا ایک بچہ ہاتھ ہلا ہلا کر بہت اُونچی آواز میں پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا رہا ہے۔ میں نے اس بچے کو پاس بلایا اور اس سے پوچھا۔ "بیٹے، تم جو نعرے لگا رہے ہو، ان کا مطلب بھی سمجھتے ہو؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! اچھی

طرح سمجھتا ہوں' اس ملک میں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے' وہاں مسلمانوں ہی کی حکومت ہونی چاہیے۔ بچے کی یہ بات سن کر میں نے اس سے دوسرا سوال کیا' اچھا بتاؤ وہ علاقے کون کون سے ہیں؟ بچے نے فوراً جواب دیا سرحد' پنجاب' سندھ' بلوچستان' بنگال اور آسام' یہاں تک کہنے کے بعد قائداعظم تھوڑی دیر کے لیے رُکے اور جلسے میں شریک لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا'' دیکھیے حضرات! سات آٹھ برس کا ایک مسلمان بچہ تو یہ جانتا ہے کہ پاکستان کیا ہے لیکن مسٹر گاندھی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔'' قائداعظمؒ کی یہ بات سُن کر حاضرین دیر تک ہنستے رہے اور تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کرتے رہے۔''

اسد نے خوش ہو کر کہا'' امی جان' آپ نے بالکل سچ کہا کہ اللہ پاک نے ہمارے قائداعظمؒ کو بہت قابلیت دی تھی۔ ایسی قابلیت اللہ پاک اپنے خاص بندوں ہی کو دیتا ہے۔''

امی نے کہا'' اور بیٹے! میں نے تمہیں یہ بھی تو بتایا ہے کہ اگر تم چاہو تو تم بھی قائداعظمؒ کی طرح قابلیت اور شان حاصل کر سکتے ہو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انہی کی طرح محنت کر کے خوب تعلیم حاصل کرو اور اچھی عادتیں اپناؤ۔ یقین کرو دُنیا میں اچھے بُرے جتنے بھی انسان ہیں' اپنی عادتوں کی وجہ سے اپنی اپنی حالت میں ہیں۔ جس طرح پیدائش کے وقت سب بچوں کے جسم کی بناوٹ ایک جیسی ہوتی ہے' یہ نہیں ہوتا کہ اگر کوئی بچہ امیر ماں باپ کے گھر پیدا ہوا ہو تو اس کے دو ہاتھوں کے بجائے چار ہاتھ ہوں' اسی طرح ان کے دل اور دماغ بھی ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ آگے چل کر ان کی حالت میں فرق پڑتا ہے تو ان کی عادتوں اور ان کے کاموں کی وجہ سے۔ جو اچھی عادتیں اختیار کرتے ہیں' انہیں عزت اور شان حاصل ہوتی ہے۔ جو برائی کے راستے پر چل نکلتے ہیں' وہ ذلت اور ناکامی کی زندگی گزارتے ہیں۔ یقین کرو اگر ہمارے قائداعظمؒ کو ایسی شان اور قابلیت ملی تو ان کوششوں سے ملی۔ بیشک اللہ پاک کو یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی کو کوشش کے بغیر بہت اُونچا درجہ دے دے اور کسی کو پوری پوری کوشش کرنے کے بعد بھی کچھ نہ ملے لیکن وہ ایسا کرتا نہیں۔ اُس

نے فرمایا ہے "میں رائی کے دانے کے برابر نیکی کا صلہ دوں گا اور رائی کے دانے کے برابر برائی کا بدلہ بھی دوں گا" مطلب یہ کہ ہر انسان اپنی حیثیت خود بناتا ہے۔"

اسد نے سوال کیا "آپ کا مطلب ہے کہ اگر میں کوشش کروں تو قائداعظمؒ کی طرح خوش مزاج، قابل اور کامیاب انسان بن سکتا ہوں؟"

امی نے جواب دیا "بالکل بن سکتے ہو۔ تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ قائداعظمؒ کے والد صاحب بہت امیر آدمی نہ تھے البتہ وہ نیک اور شریف بہت تھے۔ یہی عادتیں قائداعظمؒ نے اپنائیں اور اللہ نے انہیں اتنے اُونچے رتبے پر پہنچا دیا کہ وہ دُنیا کے بہت بڑے اور بہت سے کامیاب لوگوں میں شامل ہیں۔ ان کی بہن محترمہ فاطمہ جناح نے ان کے بارے میں بہت باتیں لکھی ہیں اور لوگوں نے بھی ان کی زندگی کے واقعات بیان کیے ہیں اور وہ سب یہ بات مانتے ہیں کہ ان کی سب سے بڑی طاقت اور خاص قابلیت ان کی ایمانداری تھی۔ جو معاملہ بھی ہوتا، وہ سچ کا راستہ اختیار کرتے اور ان کا مخالف ان کے سامنے بے بس ہو کر رہ جاتا۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے جب پاکستان بنانے کی بات کی تو ہندوؤں نے اسے شاعر کا خواب کہا لیکن جب قائداعظمؒ نے پاکستان حاصل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا تو ہندوؤں اور انگریزوں دونوں کی مخالفت کے باوجود یہ نیا ملک بنا کر دکھا دیا اور یہ بڑا کام انہوں نے صرف اور صرف سچائی کی طاقت سے کیا۔"

اسد بہت غور سے اپنی امی کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ خاموش ہوئیں تو جوش بھری آواز میں بولا "لیجیے! امی جان، میں نے تو پکا ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے قائداعظمؒ کے بتائے ہوئے راستے پر چلوں گا، انشاءاللہ۔ امی نے بھی اس کے ساتھ انشاءاللہ کہا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دُعا دی۔

☆☆☆

قائداعظمؒ کی دانائی

آج اسد کہانی سُننے کے لئے اپنی امی جان کے پاس آیا تو اسے دیکھ کر وہ خوشی بھرے انداز میں مسکرائیں ۔وہ بہت بدلا ہوا لگ رہا تھا۔اس کے کپڑے خوب صاف اور بال اچھی طرح سنورے ہوئے تھے۔امی کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر اس نے کہا۔'' کیابات ہے امی جان آپ مجھے دیکھ کر مُسکرا کیوں رہی ہیں''۔

امی اسے پیار کرتے ہوئے بولیں ''میں اس لئے مسکرا رہی ہوں بیٹے کہ تم مُجھے بہت اچھے لگ رہے ہو۔ماشاءاللہ تمہارے کپڑے بھی صاف ستھرے ہیں اور بال بھی سلیقے سے سنوارے ہوئے ہیں۔کیا کہیں دعوت میں جارہے ہو؟''

اپنی امی کی یہ بات سُن کر اسد ہنستے ہوئے بولا''یہ دعوت میں جانے کی تیاری نہیں امی جان بلکہ آپ کی باتوں کا اثر ہے۔آپ قائداعظمؒ کی زندگی کے واقعات سنا رہی ہیں ناں۔میں نے سوچا یہ واقعات سننے کا اصل فائدہ تو اس وقت ہو گا جب ان جیسا بننے کی کوشش کی جائے اور میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے۔اب انشاءاللہ انہی کی طرح صاف ستھرا رہا کروں گا۔''

''واہ بیٹے واہ۔یہ تو تم نے واقعی بہت اچھا فیصلہ کیا ہے ۔بزرگوں اور بڑوں کے واقعات پڑھنے اور سُننے کا فائدہ انہی بچوں کو پہنچتا ہے جو ان جیسا اچھا بننے کا اردہ کرتے ہیں۔ماشاءاللہ تم نے یہ ارادہ کیا ہے تو اس کی خوشی میں ہم آج تمہیں قائداعظمؒ کی دانائی کے واقعات سناتے ہیں''امی جان نے کہا۔

''دانائی کے؟'' اسد نے یہ کہہ کر اپنی امی جان کی طرف یوں دیکھا جیسے دانائی کا

مطلب اس کی سمجھ میں نہ آیا ہو۔

امی نے اسے سمجھایا۔ ''دانائی عقل کے نور کو کہتے ہیں بیٹے! اللہ اپنے ان بندوں کو یہ نور دیتا ہے جو اس کے حکموں پر چل کر نیکی اور شرافت کی زندگی گزارتے ہیں اور جن لوگوں کو یہ نور مل جاتا ہے ان میں بالکل ٹھیک فیصلے کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ اس حدیث شریف کا مطلب یہی ہے کہ ''مومن جب کوئی کام کرنے لگتا ہے تو اس کی عقل اسے بالکل ٹھیک راستہ دکھاتی ہے۔ اس کے کاموں میں کسی طرح کی غلطی نہیں ہوتی۔ اس کے مقابلے میں بیوقوف یعنی عقل کے نور سے محروم لوگ قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور اپنا نقصان کرتے ہیں''۔

اسد خوش ہو کر بولا۔ ''اچھا یہ بات ہے۔ دانائی کا یہ مطلب ہے!''

امی نے کہا۔ ''ہاں بیٹے دانائی اسی کو کہتے ہیں اور جن لوگوں میں یہ اچھائی ہوتی ہے انہیں دانا کہتے ہیں۔ دنیا میں جتنے بھی اچھے کام ہوئے ہیں' دانا لوگوں نے کئے ہیں' اور خدا کے فضل سے ہمارے قائداعظمؒ شروع زندگی ہی سے بہت دانا تھے۔''

''کیا آپ کو ان کی زندگی کا کوئی واقعہ یاد ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو؟'' اسد نے سوال کیا۔

امی نے جواب میں کہا۔ ''بیٹے، قائداعظمؒ کے شروع زندگی ہی میں دانا اور بہت عقل مند ہونے کا بہت بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ انہیں علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور وہ بھول کر بھی کوئی ایسا کام نہ کرتے تھے جس پر اعتراض کیا جا سکے۔ ان کی زندگی کے حالات لکھنے والوں نے یہ بات بتائی ہے کہ جب وہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے لندن گئے تو ان کے والد صاحب کے مالی حالات ٹھیک نہ رہے۔ تجارت میں گھاٹا آنے لگا اور اس وجہ سے انہوں نے اپنے بیٹے کو لکھا کہ وطن لوٹ آؤ۔ میں تمہاری تعلیم کے لئے روپیہ نہ بھیج سکوں گا۔ کوئی کم سمجھ طالب علم ہوتا تو فوراً وطن لوٹ آتا لیکن قائداعظمؒ نے ایسا نہ کیا۔ اپنے والد صاحب کو

لکھا ''آپ خرچ بھیجنے کا فکر نہ کیجئے۔ مجھے تعلیم مکمل کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ اپنے اخراجات پورے کرنے کا انتظام انشاء اللہ میں خود کرلوں گا''۔ اور یہ بات صرف کہنے کی حد تک نہ تھی بلکہ انہوں نے تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ روپیہ کمانے کے لئے کام بھی کیا اور اپنی تعلیم مکمل کر لی۔''

اسد بہت خوش ہوکر بولا۔ ''واہ جی واہ! یہ تو قائداعظمؒ نے کمال کر دیا۔ اگر وہ تعلیم ادھوری چھوڑ کر وطن لوٹ آتے تو قائداعظمؒ ہرگز نہ بنتے۔''

امی بولیں۔ ''اور یہ اس دانائی کی وجہ سے ہوا جو اللہ نے اپنی خاص مہربانی سے انہیں عطا کی تھی۔ اور اس سلسلے میں ایک اور کارنامہ تو اس سے بھی شاندار ہے۔''

''وہ کیا امی جان۔'' اسد نے سوال کیا۔

امی نے کہا۔ ''اس زمانے میں جو ہندوستانی طالب علم انگلستان جایا کرتے تھے، ان کے سامنے تعلیم حاصل کرنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا تھا کہ حکومت کے محکموں میں انہیں کوئی عہدہ مل جائے اور وہ صاحب بہادر بن کر عیش و آرام کی زندگی گزاریں لیکن ہمارے قائداعظمؒ نے کوئی عہدہ حاصل کر کے انگریزوں کی حکومت کو مضبوط کرنے کے بجائے اپنے وطن کو ان کی غلامی سے آزاد کرانے کی جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور یقیناً یہ ان کی بہت بڑی دانائی تھی۔ ان کے اس فیصلے نے انہیں محمد علی جناح سے قائداعظم محمد علی جناح بنا دیا۔''

اسد جلدی سے بولا۔ ''امی جان مہربانی کر کے آپ یہ بات تو پوری طرح سمجھا کر بتایئے!''

امی بولیں۔ ''بیٹے جس زمانے میں قائداعظمؒ تعلیم حاصل کرنے کے لئے لندن گئے' ہندوستان کو آزاد کرانے کی تحریک شروع ہو چکی تھی اور وہاں لندن میں ایک ہندوستانی لیڈر دادا بھائی نوروجی یہ تحریک چلا رہے تھے۔ قائداعظمؒ بھی دادا بھائی نوروجی کے ساتھی بن گئے

اور اپنے وطن کی آزادی کی کوششوں میں حصہ لینے لگے۔"

"لیکن امی جان! یہ تو انگریزوں کو ناراض کر دینے والی بات تھی۔ انہی کے گھر میں بیٹھ کر ان کیخلاف باتیں کرنے کے لئے بہت ہمت کی ضرورت تھی؟" اسد نے کہا۔

امی بولیں۔ "بیٹے بڑے کام کرنے کے لئے ہمت تو کرنی ہی پڑتی ہے اور بہادر اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنے سے ڈرتے نہیں۔ اور ہمارے قائداعظمؒ نے تو اپنی قوم اور اپنے وطن کی عزت کے لئے اپنی پوری زندگی خطروں میں گھرے ہوئے رہ کر گزاری۔ جب وہ تعلیم مکمل کر کے وطن لوٹے تو یہاں بھی انہوں نے وطن کی آزادی کی کوششوں میں حصہ لیا۔"

"لیکن امی جان، انہوں نے تو صرف پاکستان حاصل کرنے کی کوشش کی اور ان کی اس کوشش کو ہندو اور دوسرے مذہبوں کے لوگ اچھا نہ سمجھتے تھے۔ پھر ان کی کوششوں کو وطن کی آزادی کی کوششوں میں شامل ہونا کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" اسد نے سوال کیا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو بیٹے، ان کا خاص کارنامہ پاکستان حاصل کرنا ہی ہے اور وہ صرف مسلمانوں کے لیڈر ہی مانے جاتے ہیں لیکن شروع میں وہ آل انڈیا نیشنل کانگریس میں شامل ہوئے تھے جو سب قوموں کی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔" امی نے جواب دیا۔

"تو پھر وہ کانگریس سے الگ کیوں ہو گئے؟" اسد نے سوال کیا۔

امی جان نے جواب دیا۔" اپنی اسی دانائی کی وجہ سے جس کے بارے میں ہم باتیں کر رہے ہیں۔ یہ پوری بات اس طرح ہے کہ شروع میں کانگریس واقعی سب قوموں کی جماعت تھی لیکن پھر اس پر ایسے ہندوؤں نے قبضہ کر لیا جو انگریزوں کے جانے کے بعد اس ملک پر اپنی قومی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس حکومت کا نام انہوں نے رام راج رکھا تھا۔ پہلے تو قائداعظمؒ یہ کوشش کرتے رہے کہ ہندو مسلمان اور دوسری قوموں کے لوگ مل

مل کر آزادی کی جنگ لڑیں اور جب ملک آزاد ہو جائے تو اس میں ایسی حکومت قائم ہو جس میں سب قوموں کا درجہ برابر کا ہو۔ زبانی زبانی ہندو لیڈر بھی یہی کہتے تھے لیکن کوشش کر رہے تھے رام راج قائم کرنے کی، لیکن یہ بات ایسی نہ تھی کہ چھپی رہ سکتی۔ مسلمان رہنماؤں خاص طور سے قائد اعظمؒ نے اپنی خداداد دانائی سے ہندوؤں کے ارادوں کا اندازہ لگایا اور کانگریس سے الگ ہو کر صرف مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ کو مضبوط کیا اور پاکستان حاصل کرنے کی جنگ لڑی۔''

''امی جان، قائد اعظمؒ کے ساتھ اور لوگوں نے بھی تو اس جنگ میں حصہ لیا تھا؟'' اسد نے پوچھا۔

''بالکل حصہ لیا تھا بیٹے، اور وہ بھی بہت قابل لوگ تھے لیکن جس طرح جنگ میں سپہ سالار کی حیثیت سب سے اونچی ہوتی ہے اسی طرح اس جنگ میں سب سے اونچی حیثیت قائد اعظمؒ ہی کی تھی۔ 1934ء میں جب انہوں نے لندن سے آ کر مسلم لیگ کی رہنمائی اور تنظیم کا کام سنبھالا تو اس جماعت کی حالت بالکل معمولی تھی لیکن انہوں نے اپنی محنت اور قابلیت سے اسے مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت بنا دیا۔ خدا نے انہیں ایسی ذہانت دی تھی کہ وہ ہر معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے اور پھر اس کے بارے میں ایسا فیصلہ کرتے تھے جو بالکل ٹھیک ہوتا تھا۔ پاکستان حاصل کرنے کے معاملے ہی کو لو۔ ہندو اور انگریز تو اس کے مخالف تھے لیکن خود مسلمانوں میں بھی بہت اونچی حیثیت کے لیڈر یہ کہتے تھے کہ یہ مطالبہ ٹھیک نہیں ہے، تاہم قائد اعظمؒ نے اپنی دانائی سے یہ بات آخری طور پر سمجھ لی کہ اس ملک کے مسلمانوں کا فائدہ پاکستان حاصل کرنے ہی میں ہے۔'' امی نے جواب دیا۔

اسد نے کہا۔ ''اور امی جان! اب تو یہ بات ساری دنیا مانتی ہے کہ حضرت قائد اعظمؒ کا فیصلہ ہی ٹھیک تھا۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد ہندوؤں نے بھارت میں رہ جانے والے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا اور پاکستان کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہیں اس سے

ثابت ہوگیا کہ پاکستان حاصل کرنا قائداعظمؒ کی بہت بڑی دانائی تھی۔"

امی نے کہا۔"بالکل بالکل۔اب تو سب یہ بات مانتے ہیں۔"

اسد جلدی سے بولا۔"فساد پیدا کر کے ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر دینے اور ان کے گھر لوٹ لینے کے علاوہ ان ظالم ہندوؤں نے بابری مسجد بھی تو شہید کر دی ہے اور کہہ رہے ہیں کہ ہم اور مسجدوں کو شہید کر کے ان کی جگہ مندر بنائیں گے؟"

امی نے کہا۔" ہاں بیٹے، اگر پاکستان نہ بنتا تو پورے ملک میں وہ مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے۔ اس خطرے سے بچ جانے کے علاوہ پاکستان حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا فائدہ ہم مسلمانوں کو یہ ہوا کہ وہ ایک بہت بڑی اور شاندار سلطنت کے مالک بن گئے۔ ہندوؤں اور دوسرے دشمنوں کی سازشوں کی وجہ سے ابھی پاکستان مشکلوں میں گھرا ہوا نظر آتا ہے لیکن انشاءاللہ یہ مشکلیں بہت جلد ختم ہو جائیں گی اور ہمارا یہ پیارا وطن دنیا کا بہت شاندار ملک بن جائے گا۔"

"انشاءاللہ"۔ اسد نے بہت اونچی آواز میں کہا۔

امی نے اسے خوشی بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔" پاکستان بنانے کے علاوہ ہمارے قائداعظمؒ نے اسے قائم رکھنے کے لئے بھی بہت دانائی اور محنت سے کام کیا۔ خاص طور سے ان کا یہ کارنامہ تو یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ مونٹ بیٹن کی ایک بہت خوفناک سازش کو ناکام بنایا۔ یہ وائسرائے اپنی کچھ کمزوریوں کی وجہ سے ہندوؤں کا ساتھی بن گیا تھا اور چاہتا تھا کہ بھارت کے ساتھ پاکستان کا بھی گورنر جنرل بن جائے۔ بھارت نے اس کی یہ بات فوراً مان لی لیکن قائداعظمؒ نے اس کی چالاکی کا اندازہ کر کے یہ بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔"

اسد اپنی امی کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔" لیکن امی جان، میرے ایک استاد صاحب تو یہ کہہ رہے تھے کہ پاکستان اور مسلمانوں کو زیادہ نقصان اسی وجہ سے پہنچا کہ قائداعظمؒ نے

لارڈ مونٹ بیٹن کو پاکستان کا گورنر جنرل نہ بنایا؟''

''یہ بات بالکل غلط ہے بیٹے، صحیح بات یہی ہے کہ اسے گورنر جنرل نہ بنا کر حضرت قائداعظمؒ نے بہت بڑی دانائی کا ثبوت دیا۔ اگر وہ پاکستان کا بھی گورنر جنرل بن جاتا تو مسلمان آزاد کشمیر کا علاقہ بھی حاصل نہ کر پاتے۔ ہندوؤں کا دوست ہونے کی وجہ سے وہ پاکستانی فوج کو کشمیر میں داخل ہونے کی کبھی اجازت نہ دیتا اور بھارت پورے کشمیر پر قبضہ کر لیتا۔ اس کے علاوہ پاکستان کو اور بہت بھاری نقصانات اٹھانے پڑتے۔''

''بیشک امی جان یہ قائداعظمؒ کی دانائی تھی کہ انہوں نے مونٹ بیٹن کو پاکستان کا گورنر جنرل نہ بننے دیا۔'' اسد نے بہت خوش ہو کر کہا۔

اسد بیٹے، اگر غور کریں تو دانائی کا یہ نور قائداعظمؒ کی پوری زندگی پر پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ دشمنوں کی چالوں کو سمجھ کر ایسے طریقے اختیار کرتے تھے کہ دشمن اپنا سامنہ لے کر رہ جاتے تھے۔ ان کی دانائی کا ایک شاندار واقعہ جناب پروفیسر احمد الدین مارہروی نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں 1928ء میں ملک کے حالات کچھ ایسے تھے کہ ایک طرف تو ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے اور مل جل کر آزادی کی جنگ لڑنے کے لئے کوشش کی جارہی تھی اور دوسری طرف ہندوؤں نے کھل کر رام راج قائم کرنے اور انگریزوں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ہندوستان سے نکالنے کی باتیں شروع کر دی تھیں۔ میں اس زمانے میں الہ آباد یونیورسٹی کا طالب علم تھا اور سرسید رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھی مولوی سمیع اللہ صاحب کے بنوائے ہوئے مسلم ہوسٹل میں رہتا تھا۔ ساتھ ہی ہندو لڑکوں کے ہوسٹل تھے اور ان میں زیادہ ایسے لڑکے تھے جو مسلمانوں کے خلاف باتیں کرتے رہتے تھے۔ قائداعظمؒ جو ان دنوں صرف مسٹر محمد علی جناح تھے اگرچہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے کام کر رہے تھے، لیکن بدتمیز ہندو طالب علم ان کا مذاق اڑانے سے بھی نہ چوکتے تھے وہ انہیں جناح کی بجائے جینا کہا کرتے تھے۔ ایک کہتا، جینا کیا چاہتا ہے دوسرا جواب دیتا جینا چاہتا ہے؟ اس

پر تیسرا کہتا لیکن ہم اسے جینے نہیں دیں گے۔"

امی ہنستے ہوئے بولیں۔"خدا کا شکر ہے تم اس زمانے میں نہ تھے، ہوتے تو ضرور ہندو مسلم فساد کرا دیتے۔ بہر حال تم یہ سُن کر خوش ہو جاؤ کہ جو مسلمان طالب علم اس زمانے میں تھے وہ بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے تھے اور گنتی میں کم ہونے کے باوجود ہندو طالب علموں کو دبا کر رکھتے تھے۔ مارہروی صاحب بیان کرتے ہیں۔"دونوں قوموں میں اتحاد کے لئے کوشش کرنے والے رہنماؤں نے یہ طے کیا کہ مسلم ہوسٹل میں کسی ہندو رہنما سے تقریر کروائی جائے اور ہندو ہوسٹل میں کسی مسلمان سے۔ یہ طے کرنے کے بعد ان رہنماؤں نے مسلم ہوسٹل میں پنڈت مدن موہن مالوی کو بلایا۔ یہ پنڈت شروع میں کانگریسی تھے لیکن بعد میں وہ مہا سبھائی بن گئے تھے اور مسلمانوں کے خلاف بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے تھے۔ وہ تقریر کرنے آئے اور اپنی عادت کے مطابق اپنی تقریر میں بہت سی ایسی باتیں کیں جو ہم مسلمان طالب علموں کو بری لگیں لیکن صبر سے کام لیا اور وہ تقریر کر کے چلے گئے۔ ہندو ہوسٹل میں تقریر کرنے کے لئے قائداعظمؒ کو بلایا گیا اور ہندو طالب علموں نے اپنے طور پر یہ طے کیا کہ انہیں تقریر نہ کرنے دی جائے۔ جب وہ تقریر کرنے کھڑے ہوں تو ان سے بار بار سوال کئے جائیں اور بار بار ٹوکا جائے۔"

اسد نے ناراض ہو کر بولا۔"لاحول ولاقوت الا باللہ۔ لگتا ہے ان ہندو طالب علموں میں شرافت نام کی کوئی چیز تھی ہی نہیں۔"

امی ہنستے ہوئے بولیں۔"بیٹے، تعصب اور دشمنی انسان کو ایسا ہی گھٹیا بنا دیتی ہے۔ بہر حال تم آگے کی بات سنو۔ مارہروی صاحب کا بیان ہے۔"میرے ایک ہندو دوست نے یہ ساری بات مجھے بتا دی اور ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ سب مسلمان طالب علم شیروانیاں پہن کر جلسے میں شامل ہوں جن کے اندر ہاکیاں چھپائی ہوئی ہوں اور جیسے ہی ہندو طالب علم بدتمیزی کریں ہاکیوں سے ان کی خوب خبر لیں۔"

اسد جوش بھری آواز میں بولا۔ ''واہ! مسلمان طالب علم زندہ باد۔ پھر تو امی جان! وہ جگہ جنگ کا میدان بن گئی ہو گی؟''

امی اس کی حالت دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولیں۔ ''ایسا نہیں ہوا بیٹے، اور اس کی وجہ قائداعظمؒ کی دانائی تھی۔ جب وہ تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو اپنے پروگرام کے مطابق ایک ہندو طالب علم نے کھڑے ہو کر الٹا سیدھا سوال کر دیا۔ قائداعظمؒ اسکا سوال سن کے ناراض نہیں ہوئے بلکہ بہت اخلاق سے کہا۔ ''عزیز طلبا! مجھ سے سوال کرنا آپ کا حق ہے اور میں آپ کے ہر سوال کا جواب دوں گا لیکن یہ بات ضروری ہے کہ پہلے آپ میری بات سُنیں۔'' جلسے کی صدارت مشہور ہندو رہنما سر تیج بہادر سپرو کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ قائداعظمؒ کی تقریر کے دوران کوئی طالب علم سوال نہ کرے۔ تقریر کے بعد سوال کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ اب قائداعظمؒ نے تقریر شروع کی اور کمال یہ کیا کہ ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر جو الزام لگائے جا رہے تھے' ایک ایک کر کے ان کا جواب دینا شروع کیا اور ایسی قابلیت سے کہ سوال کرنے کی گنجائش ہی نہ چھوڑی۔ جو سوال کیا جا سکتا تھا' اس کا جواب اپنی تقریر میں دے دیا۔''

اسد خوشی سے اچھل کر بولا ''زندہ باد قائداعظمؒ۔ امی جان' پھر تو ہندو طالب علم اپنا سا منہ لے کر رہ گئے ہوں گے؟''

''ہاں بیٹے ایسا ہی ہوا''۔ تقریر ختم کرنے کے بعد قائداعظمؒ نے فرمایا۔ ''عزیز طلبا، اب آپ جو سوال کرنا چاہیں' کریں۔ میں جواب دوں گا لیکن ہندو طالب علموں کی تو یہ حالت تھی جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ مارہروی صاحب نے لکھا ہے۔ ''یہ حالت دیکھ کر ایک جوشیلے مسلمان طالب علم نے نعرہ لگایا۔ دھوتی پرشادو۔ اب خاموش کیوں بیٹھے ہو۔ سوال کیوں نہیں کرتے؟ لیکن کوئی طالب علم نہ بولا۔ یوں قائداعظمؒ کی زندگی کے حالات پڑھتے یا سنتے ہوئے یہ بات ہمیں اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے کسی معاملے میں

بھی دوسروں کی طرح چالا کی یا دھوکہ بازی کا سہارا نہیں لیا۔ جتنی کامیابیاں حاصل کیں سچ پر قائم رہتے ہوئے اور دانائی کی قوت سے حاصل کیں۔ کشمیر کے ایک مسلم لیگی لیڈر محمد اسحق قریشی بیان کرتے ہیں۔ ''ایک بار قائد اعظمؒ لاہور آئے تو پہلے کی طرح نواب ممدوٹ کی کوٹھی میں ٹھہرے۔ میں چودھری غلام عباس اور اے آر ساغر وقت مقرر کر کے ان سے ملنے ممدوٹ ولا گئے۔ اس ملاقات میں قائد اعظمؒ نے فرمایا۔''میرے دشمن میرے بارے میں جو چاہیں کہتے رہیں لیکن میرے دوستوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میری اصلی طاقت سچائی پر قائم رہنا ہے۔ میں نے کانگریس کو قدم قدم پر جس سیاست سے شکست دی ہے' اس کا نام صرف راست بازی ہے۔ کانگریس اور گاندھی کی سیاست عیاری اور دھوکہ بازی ہے اور میں نے اس کا علاج سچائی پر قائم رہنے میں ڈھونڈ لیا ہے۔''

''سبحان اللہ، سبحان اللہ! ہمارے قائد اعظمؒ کو اللہ نے کیا اچھا اخلاق اور دانائی دی تھی۔'' اسد نے بہت خوش ہو کر کہا۔

امی اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔'' اللہ کے آخری رسول اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد ہے'' اللہ کا خوف سب سے بڑی دانائی ہے۔ جس کا دل چاہے آزما کر دیکھ لے یہ بات ہمیشہ سچ ثابت ہوگی''۔ اگر ایک طرف چالاکیاں دکھانے والا اور دوسری طرف اللہ سے ڈر کر انصاف پر قائم رہنے والا ہو تو فتح انصاف پر قائم رہنے والے ہی کو حاصل ہوگی۔ چالاک اور مکار دیکھنے میں کتنا بھی طاقت ور نظر آتا ہو منہ کی کھائے گا۔''

اسد بولا۔'' امی جان، اس کا سب سے بڑا ثبوت تو ہمارا عظیم وطن پاکستان ہے۔ انگریز اور ہندو دونوں چاہتے تھے کہ پاکستان نہ بنے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی طاقت بھی بہت زیادہ تھی لیکن دنیا نے دیکھا کہ ہمارے قائد اعظمؒ کی سچائی جیت گئی۔ کانگریس اور انگریزوں کی چالاکی ہار گئی!''

امی نے تعریف بھری نظروں سے اسد کو دیکھا اور اسے اپنے قریب کرتے ہوئے

بولیں۔ "خدا کا شکر ہے میرے بیٹے کی سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے۔ اب ایک بات اور سمجھ لو کہ اپنے اس عظیم وطن کو ترقی دینے کے لئے بھی سچائی پر قائم رہنے کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح اسے حاصل کرنے کے لئے ضرورت تھی اور یہ کام تم بچوں کا ہے کہ اپنے قائد اعظمؒ کی طرح دانا بچے بنو۔ اگر تم نے اور پاکستان کے سب بچوں نے ایسا ہی کیا تو انشاء اللہ ہمارا یہ پیارا وطن دنیا کا ایک ایسا شاندار ملک بن جائے گا جس کی تعریف اس کے دشمن بھی کریں گے۔ لو بیٹے، آج کی یہ گفتگو میں اپنے آقا اور اللہ کے سچے رسول حضرت محمد ﷺ کی اس حدیثِ مبارک پر ختم کرتی ہوں۔ مجھے یقین ہے تم اسے یاد رکھو گے اور اس پر عمل بھی کرو گے۔ آپؐ نے فرمایا: "اللہ اپنے نیک بندوں کے دلوں میں علم کا نور غیب سے ڈالتا ہے"۔

اور میرے پیارے بیٹے! جسے علم کا نور مل جائے' اس میں دانائی اپنے آپ پیدا ہو جاتی ہے اور جس میں دانائی کی برکت آ جائے، کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔

☆☆☆

قائداعظمؒ کی بہادری

عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد اسد کی امی اسے کہانی سنایا کرتی تھیں۔ آج اس نے کہا "پیاری امی جان! میرا دل چاہتا ہے آج آپ مجھے حضرت قائداعظمؒ کی زندگی کا کوئی اچھا سا واقعہ سنائیں!"

اسد کی یہ بات سن کر اس کی امی خوش ہو کر بولیں "ضرور بیٹے ضرور۔ میں تمہیں قائداعظمؒ کی بہادری کا ایک شاندار واقعہ سناتی ہوں لیکن واقعہ شروع کرنے سے پہلے یہ بات ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بہادری کے بارے میں بتادوں"۔

اسد جلدی سے بولا "امی جان! وہ تو میں جانتا ہوں۔ بہادری یہ ہے کہ آدمی اپنے دشمن سے خوف نہ کھائے۔ ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرے اور اسے شکست دے دے"۔

امی مسکراتے ہوئے بولیں "بے شک اسے بھی بہادری ہی کہیں گے لیکن بیٹے یہ آدھی بات ہے۔ دراصل بہادری ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو بہت زیادہ معزز بنا دیتی ہے اور اس کے لیے ترقی کے دروازے کھول دیتی ہے۔ حقیقی معنوں میں بہادری انصاف پر قائم ہو جانے کو کہتے ہیں اور اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر آدمی سے کوئی غلطی ہو جائے تو جھوٹ بول کر اسے چھپانے کی کوشش نہ کرے بلکہ کھلے دل سے مان لے کہ مجھ سے یہ غلطی ہوگئی ہے اور میں سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں"۔

اسد جلدی سے بولا "تو امی جان پھر بزدلی کسے کہتے ہیں؟"

امی نے جواب دیا "بزدلی یہ ہے کہ انسان بے انصاف بن کر اپنی بات پر اڑ

جائے اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ انصاف کرنا اور سچ پر قائم ہو جانا سچی بہادری ہے اور اس میں اپنے ساتھ انصاف کرنا بھی شامل ہے''۔

اسد نے پھر اپنی امی کی بات کاٹی۔ جلدی سے بولا ''اپنے ساتھ انصاف کرنے کا کیا مطلب ہے؟''

امی نے کہا ''اپنے ساتھ انصاف کرنا یہ ہے کہ آدمی اپنے حق کی حفاظت کرے۔ جو چیز واقعی اس کی ہے وہ حاصل کرے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی تمہاری کتاب چھیننا چاہے یا تمہاری جگہ پر قبضہ کرنا چاہے تو اسے ایسا نہ کرنے دو''۔

اسد خوش ہو کر بولا ''اب پوری بات میری سمجھ میں آ گئی مہربانی کر کے اب آپ حضرت قائد اعظمؒ کی بہادری کا واقعہ سنائیے''۔

امی نے کہا ''بیٹے اللہ پاک نے ہمارے قائد اعظمؒ کو انصاف پر قائم رہنے یعنی بہادری کی صفت خوب خوب دی تھی۔ وہ دوسروں کا حق بھی ادا کرتے تھے اور اپنا حق بھی نہ چھوڑتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ اس بات کی پرواہ بالکل نہ کرتے تھے کہ ان کے مقابلے میں کون ہے۔ 1903ء کی بات ہے' بمبئی شہر کی کارپوریشن کا ایک مقدمہ ہائی کورٹ میں سنا جا رہا تھا۔ یہ مقدمہ ایسا تھا کہ عام شہری بھی اس میں بہت دلچسپی لے رہے تھے۔ ہر شخص جاننا چاہتا تھا کہ عدالت اس کا کیا فیصلہ کرتی ہے۔ جس دن اس کی پیشی ہوتی تھی' عدالت کا کمرہ لوگوں سے کھچا کھچ بھر جاتا تھا۔ عام شہریوں کے علاوہ وکیل بھی بڑی تعداد میں مقدمے کی کارروائی دیکھنے آتے تھے۔

''کیا ہمارے قائد اعظمؒ بھی؟'' اسد نے سوال کیا۔

اس کی امی نے جواب دیا۔ ''ہاں وہ بھی'' ایک پیشی پر ہمارے قائد اعظمؒ مقدمے کی کارروائی سننے کے لیے تشریف لے گئے تو عدالت کا کمرہ لوگوں سے بھر چکا تھا' وہ اپنی عادت کے مطابق شان سے چلتے ہوئے کمرے کے اس حصے میں آ گئے جہاں وکیلوں کے

بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اس حصے میں بھی کوئی کرسی خالی نہ تھی' قائداعظمؒ رک کر ادھر ادھر دیکھتے رہے کہ کوئی خالی کرسی نظر آ جائے۔ کوئی کرسی خالی نہ تھی لیکن وہاں آپ کو ایک ایسا آدمی نظر آیا جو وکیل نہ تھا۔ لیکن نہایت شان سے کرسی پر ڈٹا ہوا تھا۔ یہ بمبئی کارپوریشن کا انگریز صدر جیمز میکڈ ونلڈ تھا۔ قائداعظمؒ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے اور اس سے کہا ''جناب' یہ کرسیاں وکیلوں کے لیے ہیں اور جناب وکیل نہیں ہیں۔ میری درخواست ہے یہاں سے اٹھ جائیے اور کسی اور جگہ بیٹھیے!''

اسد نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا ''امی جان' یہ تو واقعی بہت بہادری کا کام کیا قائداعظمؒ نے۔ میں نے سنا ہے اس زمانے میں انگریزوں کا بہت دبدبہ تھا۔ لوگ ان سے بات کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے؟''

امی نے اس کی بات کو ٹھیک بتاتے ہوئے کہا ''اور بیٹے' وہ تو انگریز ہونے کے ساتھ ایک بہت بڑا عہدے دار بھی تھا۔ قائداعظمؒ کی بات سن کر اس نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا اور غصہ ظاہر کرتے ہوئے کہا ''ویل تم کو مالوم ہے تم کس سے بات کر رہے ہو!''

قائداعظمؒ نے پہلے کی طرح اطمینان بھری آواز میں کہا ''جی اچھی طرح معلوم ہے۔ جناب بمبئی کارپوریشن کے صدر مسٹر میکڈ ونلڈ ہیں لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے' قانون کے مطابق کہا ہے۔ جناب یہ کرسی فوراً خالی کر دیں!''

''اور اگر میں کرسی خالی نہ کروں تو؟'' میکڈ ونلڈ نے بہت رعب سے کہا۔

''تو پھر میں کلرک آف دی کورٹ سے کہوں گا کہ وہ آپ سے یہ کرسی خالی کرائے'' قائداعظمؒ نے جواب دیا۔

''تو پھر جائیے اور اس سے کہیے کہ ہمیں اس کرسی سے اٹھائے'' میکڈ ونلڈ نے جھنجلا کر کہا۔ لیکن قائداعظمؒ پر اس کے غصے کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ وہ فوراً کلرک آف دی کورٹ کے پاس پہنچ گئے اور اس سے کہا ''وہ سامنے جو صاحب بیٹھے قانون توڑ رہے ہیں'

آپ ان کے پاس جائیے اوران سے کرسی خالی کرائیے!''

کلرک پریشان ہوکر بولا''مسٹر!یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں! جانتے نہیں کہ یہ بمبئی کارپوریشن کے صدر ہیں۔معاف کیجئے میں یہ جرأت نہیں کرسکتا''۔

قائداعظمؒ نے کسی قدر ناراض ہوکر کہا''پھر تو آپ اس عہدے پر کام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔آپ یہ کام نہیں کرسکتے تو میں جج صاحب سے کہتا ہوں۔وہ مسٹر میکڈ ملڈ کو وہاں سے اٹھانے کا انتظام کریں''۔

اسد خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے بولا''پھر تو کلرک صاحب گھبرا گئے ہوں گے؟''

امی نے مسکراتے ہوئے کہا''وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔خوشامد بھری آواز میں بولا''سر!آپ تھوڑی دیر رک جائیے'میں کوشش کرتا ہوں۔میکڈ ملڈ صاحب کرسی خالی کر دیں''۔یہ کہہ کر وہ جلدی سے ان صاحب کے پاس گیا جو بہت اطمینان سے کرسی پر ڈٹے ہوئے تھے اور انہیں بتایا کہ اگر انہوں نے کرسی خالی نہ کی تو جج صاحب تک شکایت پہنچ جائے گی۔اب صاحب بہادر بھی یہ بات سمجھ چکے تھے کہ انہوں نے قانون کے خلاف کام کیا ہے۔چنانچہ وہ کرسی سے اٹھ گئے اور قائداعظمؒ بہت شان سے اس پر بیٹھ گئے۔

اسد نے سوال کیا''امی جان!میرا خیال ہے قائداعظمؒ نے یہ بہادری کا کام اس لیے کیا کہ خود ان کی حیثیت بھی تو بہت اونچی تھی؟''

امی نے کہا''نہیں بیٹے'یہ تو اس زمانے کا واقعہ ہے جب قائداعظمؒ صرف محمد علی جناح بیرسٹر تھے۔لوگ پوری طرح انہیں جانتے بھی نہ تھے۔جس بہادری کا انہوں نے مظاہرہ کیا'وہ دراصل ان کی فطرت میں شامل تھی۔وہ قاعدے قانون کے خلاف نہ خود کوئی کام کرتے تھے اور نہ غلط کام ہونے دیتے تھے۔بات اصل میں یہ ہے بیٹے کہ جس چیز کو بہادری یا شجاعت کہتے ہیں'وہ آدمی میں پیدا ہی اس وقت ہوتی ہے جب وہ ہر طرح نیک اور پاک رہ کر زندگی گزارتا ہے۔برائی کے راستے پر چلنے والے اور غلطیوں پر غلطیاں کرتے

چلے جانے والے اپنی طرف سے چاہے جتنے بہادر بنیں لیکن ان کے دل میں یہ خوف لازمی طور پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے کہ خدا جانے کب ہمارے گناہ ظاہر ہو جائیں۔ یہ ڈر انہیں بہت ڈرپوک اور بزدل بنا دیتا ہے''۔

اسد نے اس طرح سر ہلایا جیسے پوری بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔ پھر خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا ''امی جان' قائداعظمؒ کی زندگی میں بہادری کے ایسے واقعات اور بھی تو پیش آئے ہوں گے؟''

امی نے کہا ''بیٹے اللہ کے فضل سے ان کی تو پوری زندگی سچائی' ایمانداری اور بہادری کی داستان ہے۔ وہ ہمیشہ سچ بولتے تھے اور سچی بات کہنے میں ذرا خوف نہ کھاتے تھے۔ وائسرائے کی کونسل میں جس کے ہندوستانی ممبر عام طور پر انگریزوں کی مرضی کے مطابق بات کرتے تھے' قائداعظمؒ ہمیشہ وہ بات کہتے تھے جو بالکل ٹھیک ہوتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وائسرائے اور اس کی کونسل کے انگریز ممبران کے سچ بولنے سے چڑ جاتے تھے لیکن وہ ان کے ناراض ہونے کی ذرا برابر پرواہ نہ کرتے تھے۔ اسی طرح وہ کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاسوں میں بہت بہادری سے اپنا فرض ادا کرتے تھے''۔

اسد نے اپنی امی کی بات کاٹتے ہوئے کہا ''امی جان' اگر آپ کو یاد ہو تو قائداعظمؒ کی بہادری کا کوئی اور واقعہ سنائیے!''

''ضرور بیٹے ضرور۔ میں تمہیں قائداعظمؒ کی بہادری کا ایک اور واقعہ سناتی ہوں جو پہلے واقعے سے بھی شاندار ہے۔ یہ واقعہ ان کی زندگی کے اس دور کا ہے جب وہ انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ رہ کے اپنے وطن کو آزاد کرانے کی جنگ لڑ رہے تھے۔ جون 1918ء کی بات ہے حکومت نے بمبئی میں اس مطلب کے لیے کانفرنس بلائی کہ لوگوں کو جنگ میں امداد دینے کے لیے تیار کیا جائے''۔

اسد جلدی سے بولا ''امی جان' جنگ سے آپ کا مطلب کیا ہے؟''

امی نے سمجھانے کے انداز میں کہا "بیٹے ان دنوں جنگِ عظیم اوّل لڑی جا رہی تھی۔ یہ جنگ 1914ء میں شروع ہوئی تھی۔ ایک طرف انگریز اور ان کے ساتھی تھے جنہیں اتحادی کہا جاتا تھا اور دوسری طرف جرمنی اور اس کے ساتھی انہیں محوری کہتے تھے۔ یہ جنگ بہت خوفناک تھی۔ دو چار ملکوں کو چھوڑ کر دنیا کے تقریباً سارے ملک اس میں شامل ہو گئے تھے۔ بہر حال میں بتا رہی تھی بمبئی میں ہونے والی کانفرنس کے بارے میں۔ اس کانفرنس کا صدر بمبئی کا گورنر لارڈ ولنگڈن تھا جو ہندوستانیوں کو بہت کم درجے کا سمجھتا تھا۔ کانفرنس میں قائداعظمؒ بھی شریک تھے۔ وہ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنے وطن کی آزادی کے لیے کوشش کرنے والوں کی تعریف کی۔ لارڈ ولنگڈن نے کچھ ہی دن پہلے کانگریس کے جلوس پر پولیس سے لاٹھیاں برسوائی تھیں۔ وہ آزادی کی بات کرنے والوں کو بالکل پسند نہ کرتا تھا۔ اس نے قائداعظمؒ کو بھی کسی بات پر ٹوکا اور قائداعظمؒ نے اپنی عادت کے مطابق اسے کرارا جواب دیا۔

اسد خوش ہو کر بولا "قائداعظمؒ نے بہت اچھا کیا۔ ایسے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہونا چاہئے"۔

امی ہنستے ہوئے بولیں "یہ سلوک تو جیسا تھا' سو تھا۔ قائداعظمؒ نے اس مغرور انگریز کو جو سبق آگے چل کر سکھایا وہ تو ان کی زندگی کا ایک شاندار کارنامہ بن گیا"۔

اسد تالیاں بجاتے ہوئے بولا "امی جان' قائداعظمؒ کو ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ غرور کرنے والوں کا مقابلہ کرنے سے تو اللہ میاں خوش ہوتا ہے نا! مہربانی کر کے یہ واقعہ تو مجھے پوری تفصیل سے سنایئے"

"وہ واقعہ اس طرح ہے بیٹے کہ چند مہینے بعد ہی ان لارڈ صاحب کی ملازمت کی مدت ختم ہو گئی اور جب وہ ریٹائر ہو کر اپنے وطن جانے لگے تو شہر کے ایسے لوگوں نے جو انگریزوں کی خوشامد کر کے فائدے حاصل کرتے تھے انہیں شان سے رخصت کرنے کے

لیے جلسہ کرنے کا اعلان کیا۔ ایسے جلسوں میں رخصت ہونے والوں کی خوب تعریفیں کی جاتی ہیں۔ اس جلسے میں بھی یہی کچھ ہونے والا تھا اور اسی وجہ سے یہ کام بالکل غلط تھا کیونکہ ولنگڈن صاحب نے اپنی گورنری کے زمانے میں اس ملک اور اس میں رہنے والے لوگوں کی بھلائی کے لیے کوئی کام کیا ہی نہ تھا۔ وہ تو آزادی کے لیے کوشش کرنے والوں کو ذلیل کرتے رہے تھے۔ قائداعظمؒ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ ایسے غلط آدمی کی شان میں قصیدے پڑھے جائیں گے تو انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ یہ جلسہ ہرگز نہ ہونے دیں گے اور ترکیب یہ کی کہ جلسہ شروع ہونے سے کافی پہلے بہت سے آدمیوں کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گئے جہاں جلسہ ہونے والا تھا اور ان کی کرسیوں پر قبضہ کرلیا جو جلسے میں شامل ہونے والوں کے لیے رکھی گئی تھیں"۔

"بات ہوئی نا امی جان' اسے کہتے ہی بہادری۔ زندہ باد قائداعظمؒ!" اسد یوں بول رہا تھا جیسے قائداعظمؒ کی بہادری کا وہ منظر آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔

امی کچھ دیر رک کر بولیں "لیکن بیٹے یہ معاملہ اتنا آسان بھی نہ تھا کہ کرسیوں پر قبضہ کرنے سے ختم ہوجاتا۔ جلسے کا انتظام کرنے والے آئے اور انہوں نے کرسیوں پر قائداعظمؒ کے ساتھیوں کو بیٹھے دیکھا تو آگ بگولہ ہوگئے۔ فوراً پولیس کو بلایا اور اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا' جیسے دو فوجوں میں جنگ چھڑ گئی ہو ظاہر ہے جلسہ کرنے والوں کی طاقت زیادہ تھی۔ انہوں نے مدد کے لیے پولیس کو بلا لیا تھا لیکن ایسے موقعوں پر اصلی طاقت تو ہمت اور بہادری ہوتی ہے اور وہ سب سے زیادہ ہمارے قائداعظمؒ کے پاس تھی۔ بہت ہاتھا پائی ہوئی' بہت شور مچا' پولیس نے لاٹھیاں اور ڈنڈے بھی برسائے لیکن قائداعظمؒ اور ان کے ساتھیوں نے ایسی بہادری دکھائی کہ لارڈ صاحب کے پٹھو جلسہ نہ کرسکے اور ان گورنر صاحب کو یہ حسرت دل میں لیے ہوئے انگلستان سدھارنا پڑا کہ ان کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے"۔

"لیکن امی جان' حکومت نے تو قائداعظمؒ کے اس کام کو بہت غلط قرار دیا ہوگا۔

مقدمہ قائم کر دیا ہو گا ان کے خلاف؟'' اسد نے سوال کیا۔

''بے شک ایسا ہی ہوا ہو گا' حکومت کی طرف سے قائد اعظمؒ پر کھلے اور چھپے بہت حملے ہوئے ہوں گے لیکن اللہ کی طرف سے انہیں ان کی اس بہادری کا یہ انعام ملا کہ ان کی شہرت اور قبولیت پہلے سے بہت بڑھ گئی۔ آزادی سے محبت کرنے والے سب ہندوستانیوں نے ان کی تعریف کی۔ کانگریس نے یہ فیصلہ کیا کہ اس واقعے کی یادگار کے طور پر بمبئی میں جناح ہال کے نام سے ایک شاندار ہال تعمیر کیا جائے اور یہ ہال کچھ ہی دنوں میں تیار ہو گیا''۔

اسد بہت خوش ہو کر بولا'' واہ جی واہ' یہ تو ہمارے قائد اعظمؒ کو واقعی زبردست انعام ملا۔ امی جان' میرا خیال ہے انگریز تو جل بھن کر رہ گئے ہوں گے؟''

امی ہنستے ہوئے بولیں'' بیٹے انگریز نہ کہو بلکہ لارڈ ولنگڈن کہو۔ اس کے تو واقعی تن بدن میں آگ لگ گئی ہو گی لیکن شریف انگریزوں نے ان لارڈ صاحب ہی کو برا بھلا کہا ہو گا کہ نہ وہ ملک کے باشندوں کو کم درجے کا سمجھتے اور نہ خود اس طرح بے آبرو ہوتے''۔

اسد جلدی سے بولا'' امی جان کیا انگریزوں میں بھی شریف لوگ تھے؟''

امی نے جواب دیا'' بیٹے' انگریز ایک قوم کا نام ہے اور جس طرح اور قوموں میں اچھے اور برے سب طرح کے لوگ ہوتے ہیں' اسی طرح انگریزوں میں بھی اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ تھے۔ تم یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ ترقی کا اصلی راز نیک اور قابل بن جانے میں ہے۔ خود ہمارے حضور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ انسان ہونے کی حیثیت میں کالے' گورے اور عربی غیر عربی سب برابر ہیں۔ اگر کسی کا درجہ بلند ہوتا ہے تو اس کی اچھائیوں کی وجہ سے ہوتا ہے''۔

اسد شرمندہ سا ہو کر بولا'' امی جان' مجھے افسوس ہے میری زبان سے یونہی ایک غلط بات نکل گئی تھی''۔

امی بہت خوش ہو کر بولیں'' کوئی بات نہیں بیٹے' انسانوں سے غلطیاں ہو ہی جاتی

ہیں۔ اگر تم نے یہ مان لیا ہے کہ ایک غلط بات کہی تھی تو یہ ایسا ہے جیسے غلطی کی ہی نہیں تھی''۔

اسد نے کہا ''جی امی' وہ تو میں نے مان لیا ہے بلکہ میری سمجھ میں تو یہ بات بھی آ گئی ہے کہ ہمارے قائد اعظمؒ کو جو ایسی شان ملی تو وہ ان کی اچھائیوں کی وجہ ہی سے ملی۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ آپ ان کی بہادری کا کوئی اور واقعہ سنایئے''۔

امی سوچتے ہوئے بولیں ''ٹھیک ہے' میں تمہیں اپنے عظیم قائد کی بہادری کا ایک اور واقعہ سناتی ہوں لیکن وعدہ کرو کہ تم انہی جیسا بننے کی کوشش کرو گے''۔

اسد جوش بھری آواز میں بولا ''امی جان' وہ تو میں پہلے ہی ارادہ کر چکا ہوں''۔

امی بولیں ''تو سنو' یہ اس زمانے کی بات ہے جب بمبئی کی عدالتوں میں ان کی زیادہ جان پہچان نہ تھی۔ انہوں نے اپنی حیثیت کے مطابق دفتر تو کھول لیا تھا لیکن مقدمہ انہیں کوئی نہ ملتا تھا۔ ایک تو نئے تھے' دوسرے نوجوان۔ وکالت کے پیشے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ لوگ بوڑھے اور تجربہ کار وکیلوں کو اپنے مقدمے دیتے ہیں اور قائد اعظمؒ تو جوان بھی تھے اور نئے بھی۔ ان کی زندگی کے حالات لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ کئی مہینے تو اسی طرح گزر گئے کہ انہیں ایک مقدمہ بھی نہ ملا۔ وہ دفتر جاتے تھے اور خالی ہاتھ لوٹ آتے تھے۔ پھر ایسا ہوا کہ انہیں اکا دکا مقدمے ملنے لگے۔ ادھر گھر کے اخراجات بڑھ گئے تھے۔ ان کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تھا اور وہ اپنے گھر والوں کو کراچی سے بمبئی لے آئے تھے۔ بیٹے' تم بھی یہ بات سمجھ سکتے ہو کہ ایسے حالات میں انسان سب سے زیادہ توجہ اپنی آمدنی بڑھانے کی طرف دیتا ہے لیکن ہمارے قائد اعظمؒ تنگی کے اس زمانے میں بھی سب سے زیادہ خیال اپنی عزت کا رکھتے تھے۔ ایک دن وہ اپنے مؤکل کے مقدمے کی پیروی کرتے ہوئے انگریز جج کی عدالت میں بحث کر رہے تھے۔ اتفاق سے یہ انگریز بھی لارڈ ولنگڈن کی طرح مغرور اور ہندوستانیوں کو کم درجے کا سمجھنے والا تھا۔ اس نے قائد اعظمؒ کو ٹوکتے ہوئے کہا ''مسٹر جناح' آپ یہ بات مت بھولیئے کہ آپ کسی تھرڈ کلاس مجسٹریٹ کی

عدالت میں بحث نہیں کر رہے!" اگر کوئی اور ہوتا تو اپنے خاص حالات کی بنا پر فوراً سوری کہہ کر اپنا لہجہ بدل لیتا' لیکن قائد اعظمؒ نے پہلے کی طرح باوقار انداز میں بولتے ہوئے کہا "اور مائی لارڈ آپ کو بھی معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کے سامنے کوئی تھرڈ کلاس وکیل بحث نہیں کر رہا!"

اسد خوش ہو کر بولا "امی جان' یہ تو بہادری کی ایک بہت شاندار مثال ہے۔ میں نے تو سنا ہے کہ ان دنوں انگریزوں کا ایسا رعب تھا کہ لوگ ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرتے تھے"۔

امی نے کہا "بے شک عام لوگوں کی حالت ایسی ہی تھی لیکن ہمارے قائد اعظمؒ تو عام آدمی نہ تھے۔ پوری طرح سچائی پر قائم ہو جانے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے اللہ پاک نے انہیں ایمان کا نور عطا فرما دیا تھا اور اسی نور نے انہیں ایسا بہادر بنا دیا تھا کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے"۔

اسد نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا "امی جان' کیا میں بھی حضرت قائد اعظمؒ جیسا بہادر بن سکتا ہوں؟"

امی نے جواب دیا "بالکل بن سکتے ہو۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ جو لوگ اچھی عادتیں اختیار کرتے ہیں مثلاً ہمیشہ سچ بولتے ہیں' لالچ سے بچتے ہیں' سب کا بھلا چاہتے ہیں' سچے دل سے خدا کو مانتے ہیں' ان کے دل میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اسی کا نام بہادری ہے۔ اگر تم ایسے اچھے بن جاؤ گے تو بغیر کسی اور کوشش کے ویسے ہی بہادر بن جاؤ گے جیسے ہمارے قائد اعظمؒ تھے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ پاک نہ صرف تمہیں بلکہ پاکستان کے سب بچوں کو ایسا ہی بنا دے"۔

اسد نے بہت خوش ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اس وقت وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس کی امی بھی اس کے ساتھ دعا میں شامل ہو گئیں۔

☆☆☆

ہمارے پیارے قائداعظمؒ

اسد کی امی جان گھر کے کام نمٹا کر آرام کرنے کے کمرے میں آئیں تو اسد ان کے پاس آ گیا اور ان سے کہا ''امی جان میرا دل چاہتا ہے آپ مجھے حضرت قائداعظمؒ کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں''۔

امی: ''ضرور بیٹے ضرور۔ ہمارے قائداعظمؒ تو دنیا کے ان بہت بڑے لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے بہت بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ قوموں اور ملکوں کی قسمتیں سنواری ہیں''۔

اسد: ''اس میں کیا شک ہے امی جان' ہمارا پیارا وطن پاکستان انہی کی کوشش اور قابلیت سے تو ہمیں ملا ہے''۔

امی: ''بیٹے' ان کی اس کامیابی کا حال تو ساری دنیا جانتی ہے لیکن یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ انہوں نے ایسی شاندار کامیابی کیسے حاصل کی اور اب میں تمہیں یہی بات بتاؤں گی۔ میں چاہتی ہوں تم یہ باتیں خود غور سے سنو اور اسی راستے پر چلنے کی کوشش کرو جس پر چل کر قائداعظمؒ بہت بڑے آدمی بنے''۔

اسد: ''جی امی' انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ بڑے لوگوں کی زندگی کے حالات سننے اور جاننے کا اصلی فائدہ تو یہی ہے کہ ان جیسا بننے کی کوشش کی جائے''۔

امی: ''شاباش میرے لال' شاباش۔ لو اب اپنے عظیم قائد کی زندگی کے حالات سنو جہاں تک میں سمجھتی ہوں حضرت قائداعظمؒ کی مبارک زندگی میں پہلی بات تو یہ نظر آتی ہے کہ انہوں نے جتنی کامیابیاں حاصل کیں' اپنی ذاتی کوشش اور قابلیت سے حاصل کیں۔ وہ

شہر کراچی میں رہنے والے ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے تھے جو زیادہ امیر نہ تھا۔ ان کے والد جناح پونجا صاحب تجارت کرتے تھے۔ اگرچہ ان کی مالی حالت اچھی تھی لیکن انہیں امیر کبیر نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ان کا تعلق مسلمانوں کے درمیانے طبقے سے تھا یعنی نہ وہ بالکل غریب تھے اور نہ بہت امیر''۔

اسد: ''امی جان' وہ شہر کراچی کے محلے کھارادر میں رہتے تھے؟''

امی: ''ہاں بیٹے' 25 دسمبر 1876ء کو اس محلے کی ایک عمارت وزیر مینشن میں حضرت قائداعظمؒ پیدا ہوئے۔ اب اس عمارت کو قومی یادگار بنا دیا گیا ہے''۔

اسد: ''امی جان' کیا قائداعظمؒ کے والد صاحب کراچی کے ہی رہنے والے تھے؟''

امی: ''نہیں بیٹے ان کا اصل وطن گجرات کاٹھیاواڑ تھا۔ وہ تجارت کے سلسلے میں کراچی آ گئے تھے''۔

اسد: ''امی جان' حضرت قائداعظمؒ کی تعلیم کا سلسلہ کس عمر میں شروع ہوا؟''

امی: ''بتایا گیا ہے جب ان کی عمر چھ برس ہوئی تو سب سے پہلے انہیں گجراتی زبان سکھانے کا انتظام کیا گیا۔ ایک استاد صاحب گھر آ کر انہیں یہ زبان پڑھاتے تھے۔ اس کے بعد 1881ء سے 1892ء تک اس ہونہار طالب علم نے کراچی کے ایک پرائمری اسکول (2) سندھ مدرسۃ الاسلام (3) گوکل داس تیج پرائمری سکول بمبئی اور (4) کرسچن مشنری سوسائٹی ہائی سکول کراچی یعنی چار اسکولوں میں تعلیم حاصل کی''۔

اسد: ''امی جان' کیا ہمارے قائداعظمؒ بچپن ہی سے بہت قابل اور ذہین تھے؟''

امی: ''ہاں بیٹے' ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی بہت تھا۔ ان کی زندگی کے حالات لکھنے والوں نے ایک بہت شاندار واقعہ لکھا ہے۔ ان کی ایک رشتہ دار خاتون ان کے گھر آئی ہوئی تھیں۔ وہ کسی ضرورت سے آدھی رات کے وقت اٹھیں تو انہوں نے دیکھا کہ اس کمرے میں روشنی ہو رہی ہے جس میں قائداعظمؒ لکھنے پڑھنے کا

کام کیا کرتے تھے۔ وہ وہاں گئیں تو دیکھا کہ وہ میز پر جھکے سکول کا کام کر رہے ہیں۔ مہمان خاتون نے حیران ہو کر کہا ''محمد علی، تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔ تمہیں معلوم نہیں رات آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے۔ بس اب سو جاؤ!''۔ قائداعظمؒ نے جواب دیا ''خالہ جان! اگر میں محنت نہیں کروں گا تو بڑا آدمی کیسے بنوں گا''۔

اسد: ''امی جان، اس واقعے سے تو اندازہ ہوتا ہے ہمارے قائداعظمؒ کے دل میں شروع ہی سے بڑا آدمی بننے کا خیال تھا''۔

امی: ''بات یہ ہے بیٹے کہ جنہیں آگے چل کر بڑا بننا ہوتا ہے، وہ شروع زندگی ہی سے اچھی عادتیں اپناتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے قائداعظمؒ کی زندگی کا ایک اور بہت شاندار واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ ایک دن وہ سکول جا رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کچھ بچے گھوڑا گاڑی کے پائیدان پر چڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کوچوان انہیں ڈانٹ رہا ہے۔ یہ گاڑی ان کے پاس سے گزری تو کوچوان کہہ رہا تھا ''تم ضرور مسلمانوں کے بچے ہو۔ اسی لیے تو اس قدر بدتمیز اور شرارتی ہو''۔ بیان کیا گیا ہے کہ قائداعظمؒ نے یہ بات سنی تو انہیں بہت رنج ہوا اور انہوں نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ میں اپنی قوم کے بچوں کو اس طرح سدھارنے کی کوشش کروں گا کہ غیر مسلم انہیں بدتمیز اور شرارتی ہونے کا طعنہ نہ دے سکیں گے''۔

اسد: (بہت خوش ہو کر) ''واہ جی واہ، اس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہمارے قائداعظمؒ کے دل میں شروع ہی سے اپنی قوم کی حالت سدھارنے کا خیال تھا''۔

امی: ''بے شک یہ اچھائی اللہ پاک نے انہیں شروع زندگی سے دی تھی۔ اس سلسلے میں ایک اور پکی بات یہ بھی ہے بیٹے کہ جن میں کوئی اچھائی ہوتی ہے، اللہ میاں انہیں کامیابی کی منزل پر پہنچانے کے سامان بھی فراہم کر دیتا ہے۔ ہمارے قائداعظمؒ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ان میں خاص اچھائیاں دیکھ کر ان کے والد کے ایک انگریز دوست مسٹر سرلی کرافٹ

نے بہت زور دے کر یہ بات کہی کہ محمد علی کو اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن بھیجا جائے اور اسے بھی خدائی امداد ہی کہنا چاہئے کہ قائد اعظمؒ کے والد نے اپنے دوست کی یہ بات مان لی اور 3 جنوری 1892ء کو سمندری جہاز میں سوار کرا کے انہیں لندن روانہ کر دیا گیا''۔

اسد: ''امی جان میں نے سنا ہے کہ لندن بھیجنے سے پہلے قائد اعظمؒ کی شادی کر دی گئی تھی؟

امی: ''یہ بات ٹھیک ہے بیٹے۔ یہ شادی دراصل قائد اعظمؒ کی والدہ صاحبہ کی خوشی پوری کرنے کے لیے کی گئی۔ لندن جانے سے پہلے برادری کی ایک بہت اچھی لڑکی سے ان کی شادی کر دی گئی۔ اس کا لڑکی کا نام ایمی بائی تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں شادی کر دینے کی وجہ شاید یہ تھی کہ وہ لندن میں کسی انگریز لڑکی سے شادی نہ کر لیں۔ اس زمانے میں ہندوستانی طالب علم ایسی حرکتیں عام طور پر کیا کرتے تھے۔ بہر حال ہمارے قائد اعظمؒ گھر والوں سے رخصت ہو کر برطانیہ کے دار الحکومت لندن پہنچ گئے اور وہاں کی عام دلچسپیوں سے الگ رہ کر اور پریشانیوں کا مقابلہ کر کے بہت کامیابی سے اپنی تعلیم مکمل کی''۔

اسد: ''پریشانیاں کیسی امی جان؟''۔

امی: ''بات یہ ہوئی بیٹے کہ جب وہ لندن آئے تو کراچی میں ان کے والد صاحب کے تجارتی معاملات اچھے خاصے خراب ہو گئے۔ وہ خرچ بھیجنے کے قابل نہ رہے اور انہوں نے اپنے بیٹے کو لکھا کہ واپس آ جاؤ لیکن اس بہت ہی نازک موقع پر قائد اعظمؒ نے ہمت اور حوصلے سے کام لے کر اپنی تعلیم کا خرچ خود پورا کرنے کا انتظام کیا اور نہ صرف بہت عزت کے ساتھ بیرسٹری کی سند حاصل کی بلکہ لندن کے شرفا کی برادری میں اپنے لیے جگہ بنائی۔ عام ہندوستانی طالبعلم تو کالے انگریز بننے کی کوششوں میں لگ جاتے تھے لیکن قائد اعظمؒ نے یہ حیران کرنے والا کام کیا کہ اپنے وطن اور اپنی قوم کی شان بڑھانے والی کوششوں میں شامل ہو گئے۔ جن دنوں وہ لندن میں تھے ایک ہندوستانی لیڈر دادا بھائی نوروجی وہاں بہت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی شان یہ تھی کہ 1895ء

میں ہاؤس آف کامنز کے انتخابات ہوئے تو وہ ایک حلقے سے کھڑے ہو گئے۔ قائداعظمؒ نے ان کی انتخابی مہم میں بھرپور حصہ لیا اور اس طرح نہ صرف لندن میں رہنے والے اونچے درجے کے ہندوستانیوں میں ان کی جان پہچان بڑھی بلکہ انگریز بھی انہیں عزت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

اسد: "امی جان! میں تو یہ کہوں گا کہ یہ سب کچھ قائداعظمؒ کی اس نیک دلی کا انعام تھا کہ وہ اپنے وطن اور اپنی قوم کی شان بڑھانا چاہتے تھے"۔

امی: "بالکل بیٹے بالکل۔ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ جو نیکی اور بھلائی کے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے' اس کے لیے وہ ترقی کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ہمارے قائداعظمؒ مئی 1896ء میں وطن لوٹے اور کراچی میں وکیل کی حیثیت سے کام شروع کیا لیکن کوشش کے باوجود ویسی کامیابی حاصل نہ ہوئی جیسی وہ چاہتے تھے چنانچہ اگلے سال 1897ء میں کراچی سے بمبئی آ گئے۔ (بھارت کی حکومت نے اس شہر کا نام بمبئی کی جگہ ممبئی رکھ دیا ہے) یہاں انہوں نے ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ بمبئی ہائی کورٹ میں اس وقت صرف وہی مسلمان ایڈووکیٹ تھے۔ نئے اور کم عمر ہونے کی وجہ سے یہاں بھی مقدمے نہ ملے لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ اللہ پاک کی رحمت کے علاوہ انہیں اپنی قابلیت پر بھی پورا بھروسہ تھا۔ آزمائش کے اس زمانے میں قائداعظمؒ کو ایک غیبی امداد یہ ملی کہ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر میک فرسن نے انہیں اپنی لائبریری سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دی اور اپنے دفتر میں بطور ریڈر کام کرنے کا موقع بھی دیا۔ اس کے علاوہ 4 مئی سے 3 نومبر 1900ء تک انہیں تھرڈ پریزیڈنسی مجسٹریٹ کے عہدے پر کام کرنے کا موقع ملا اور تھوڑے بہت مقدمے بھی ملنے لگے' تاہم ان کی اعلیٰ حیثیت اور اخراجات کے مقابلے میں ان کی آمدنی کم تھی۔ مشکلوں سے بھرے ہوئے اس زمانے میں انہیں ایک بہت بڑا صدمہ یہ پہنچا کہ 17 اپریل 1902ء کو ان کے والد

صاحب کا انتقال ہو گیا اور پورے خاندان کو سنبھالنے کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر آ گئی''۔

اسد: ''امی جان' ہمارے قائداعظمؒ کی زندگی کا یہ زمانہ تو واقعی مصیبتوں اور پریشانیوں سے بھرا ہوا تھا''

امی: ''لیکن بیٹے یہ بس چند دنوں کی بات ہی تھی۔ انہوں نے پریشانیوں کے یہ دن حوصلے اور صبر سے گزار لیے تو پھر تو اللہ کی رحمتوں کی بارش برسنے لگی ان پر۔ ایک طرف تو بہت اونچے درجے کے ایڈووکیٹ کی حیثیت سے ان کی شہرت بڑھی اور دھڑا دھڑ مقدمے ملنے لگے اور دوسری طرف ملک کی آزادی کے لیے کوشش کرنے والے لیڈروں میں ان کی عزت زیادہ ہوئی۔ 1906ء میں وہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاس کلکتہ کے صدر بنائے گئے۔ 1907ء میں انڈین مسلم ایسوسی ایشن بمبئی کے وائس پریذیڈنٹ مقرر ہوئے۔ 1910ء میں وائسرائے کی کونسل کے ممبر چنے گئے۔ غرض ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا عہدہ ہمارے قائد کو ملتا چلا گیا اور انہیں وہ مقام حاصل ہو گیا کہ بہت خوش قسمت لوگوں ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ بہت اونچے درجے کے سیاسی رہنما بھی تھے اور بہت بڑا درجہ رکھنے والے قانون دان بھی''۔

اسد: ''سبحان اللہ امی جان' سبحان اللہ۔ ہمارے قائداعظمؒ نے ثابت کر دیا کہ اگر کوئی اللہ کی رحمت کا حق دار بن جائے تو رب تعالیٰ اسے ذرے سے آفتاب بنا دیتا ہے''۔

امی: ''بیٹے حضرت قائداعظمؒ نے یہ کامیابیاں تو حاصل کیں لیکن ان کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ وہ ہر لحاظ سے بہت اونچے درجے کے انسان ثابت ہوئے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد انہوں نے اپنے خاندان کو اس طرح سہارا دیا کہ کسی کو معمولی تکلیف بھی نہ ہونے دی۔ عدالتی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ وطن کی آزادی کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا اور اپنی بہترین قابلیت' سچائی' ایمانداری' صاف گوئی اور

بہادری کی وجہ سے ایسا مقام حاصل کیا کہ عیسائی، پارسی اور ہندو وغیرہ دوسری قوموں کے شریف لوگ بھی سچے دل سے ان کی عزت کرتے تھے۔

اسد: امی جان مجھے یاد ہے آپ نے قائداعظمؒ کی بیوی کا نام ایمی بائی بتایا تھا''۔

امی: ایمی بائی قائداعظمؒ کی پہلی بیوی کا نام تھا بیٹے اور اس کا انتقال اسی زمانے میں ہو گیا تھا جب وہ لندن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ رتن بائی قائداعظمؒ کی دوسری بیوی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کی شادی مارچ 1918ء میں ہوئی تھی۔ وہ ایک بہت بڑے پارسی رئیس سر ڈنشاپٹیٹ کی بیٹی تھیں۔ شادی سے پہلے وہ مسلمان ہوگئی تھیں''۔

اسد: ''امی جان یہ زمانہ تو قائداعظمؒ کی بہت کامیابیوں کا زمانہ تھا۔''

امی: بالکل ایسا ہی تھا' بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ ہمارے پیارے قائد کی زندگی کا سنہری زمانہ تھا۔ ایک طرف وہ وائسرائے کی کونسل کے ممبر کی حیثیت سے اپنے ملک اور اپنی قوم کے فائدے کے لیے اچھے اچھے قانون بنوا رہے تھے اور دوسری طرف اپنے وطن کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کی جنگ میں شامل تھے''۔

اسد: امی جان! میں نے سنا ہے ہمارے قائداعظمؒ شروع میں انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہوئے تھے؟''

امی: ''یہ بات بالکل ٹھیک ہے بیٹے میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جب وہ لندن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو انہوں نے دادا بھائی نوروجی کی انتخابی مہم میں حصہ لیا تھا۔ اس کے بعد جب وہ وطن لوٹے تو ان لوگوں کے ساتھ مل کر وطن کی آزادی کے لیے کام کرنے لگے جن کا تعلق کانگریس سے تھا۔ بہت اونچے درجے کے مسلمان رہنما جیسے مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا حسرت موہانیؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ وغیرہ بھی اس دور میں کانگریس میں شامل تھے۔ ان میں ہمارے قائداعظمؒ کو تو یہ شان حاصل ہوئی کہ آپ نے مسلم لیگ اور کانگریس میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ آپ کا خیال تھا کہ یہ دونوں جماعتیں مل کر کوشش کریں گی تو ملک

جلد آزاد ہو جائے گا''۔

اسد: لیکن امی جان جب ہندو مسلمانوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے اور اپنی قومی حکومت رام راج قائم کرنا چاہتے تھے تو قائد اعظمؒ نے ایسی کوشش کیوں کی؟

امی: بیٹے! میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ اس زمانے میں ہندو یہ بات کھل کر نہ کہتے تھے۔ دوسرے ملک کو آزاد کرانے کی جنگ اسی صورت میں جیتی جا سکتی تھی کہ ہندو اور مسلمان مل کر زور لگاتے لیکن جب ہندوؤں کے برے ارادے ظاہر ہونے لگے تو مسلمان رہنما کانگرس سے الگ ہوتے گئے اور حضرت قائد اعظمؒ بھی 1913ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے''۔

اسد: ''امی جان! حضرت قائد اعظمؒ اور دوسرے مسلمانوں کے کانگریس سے الگ ہو جانے کی وجہ سے آزادی کی جنگ کو تو بہت نقصان پہنچا ہوگا؟''

امی: ''بیٹے! اللہ کے کام نرالے ہیں۔ ایسا لگتا ہے خاص اس کے دربار میں اس ملک کو آزادی دینے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ ہوا یہ کہ انگریز جو اتنے طاقت ور تھے کہ ان کی سلطنت میں سورج نہ ڈوبتا تھا' دو عالمگیر جنگوں میں پھنس گئے اور حالات ایسے ہو گئے کہ انہیں ہندوستان چھوڑ کر جانا پڑا اور بہت بڑا سوال یہ پیدا ہو گیا کہ ان کے جانے کے بعد کس کی حکومت قائم ہو؟ ویسے تو معاملہ زیادہ مشکل نہ تھا۔ اس زمانے میں بھی حکومتیں ووٹ ڈال کر بنائی جاتی تھیں۔ جس پارٹی کو زیادہ ووٹ ملتے تھے' اس کی حکومت قائم ہو جاتی تھی۔ اسے جمہوریت کہتے ہیں اور حکومت بنانے کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے لیکن یہاں ہندوستان میں صورت حال یہ تھی کہ ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی اور وہ مسلمانوں کو ان کا جائز حق دینے کی بجائے اپنا رام راج قائم کرنے کے چکر میں پڑ گئے تھے۔ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرتیں بھی بہت تھیں۔ ان کا رام راج قائم ہوتا تو مسلمانوں کو بہت برے دن دیکھنے پڑتے۔ بابری مسجد شہید کر دینے سے ان کے برے ارادوں کا اندازہ

کیا جا سکتا ہے''۔

اسد: ''تو کیا اس خطرے سے مسلمانوں کو قائداعظمؒ نے بچایا؟''

امی: ''ہاں بیٹے' جب انہیں پوری طرح اندازہ ہو گیا کہ کانگرس اصل میں ایک ہندو جماعت بن گئی ہے اور اس کا مقصد ہندو راج قائم کرنا ہے تو انہوں نے صرف مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ایک بہادر سپہ سالار کی طرح یوں میدان میں آ گئے کہ ہندو جو چال چلتے تھے' اس کا منہ توڑ جواب وہی دیتے تھے''۔

اسد: ''یوں کہنا چاہیے کہ انہوں نے پاکستان حاصل کرنے کی جنگ شروع کر دی۔''

امی: ''بیٹے' یہ فیصلہ تو بعد میں ہوا کہ اس ملک میں عزت کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے مسلمانوں کو الگ ملک بنانا چاہیے۔ یہ خیال سب سے پہلے باقاعدہ طور پر حضرت علامہ اقبالؒ نے 1930ء میں پیش کیا اور اس کے بعد مارچ 1940ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لاہور میں اسے دہرایا گیا۔ شروع میں قائداعظمؒ سمیت مسلمان رہنما یہ کوشش کر رہے تھے کہ ہندو قوم مسلمانوں کو ان کا جائز حق دے دے۔ اس وقت پاکستان کا نام نہ لیا جاتا تھا۔

اسد: ''تو کیا ہندو اس کے لیے تیار نہ تھے؟''

امی: یہی تو سارا جھگڑا تھا بیٹے' درپردہ ان کی کوشش یہ تھی کہ ملک آزاد ہو تو سارے اختیارات ان کی مٹھی میں آ جائیں۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے وہ طرح طرح کی چالیں چل رہے تھے اور مسلمان رہنماؤں میں ان کی چالوں کا جواب دینے کی ذمہ داری حضرت قائداعظمؒ نے اپنے ذمے لے لی تھی اور اسے اللہ پاک کی خاص مہربانی ہی کہنا چاہیے کہ وہ یہ کام کرنے کی پوری قابلیت رکھتے تھے۔ وہ تعلیم یافتہ بھی تھے' عقل مند بھی تھے' بہادر بھی تھے اور ایسے ایماندار بھی تھے کہ انہیں خریدا نہ جا سکتا تھا۔ بیٹے' اس زمانے میں ہندوستانی مسلمانوں کے حالات ایسے تھے کہ اگر انہیں قائداعظمؒ جیسا عظیم رہنما نہ مل جاتا تو ہندو اپنے

مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاتے۔ اس سلسلے میں ایک بہت بڑی پریشانی یہ تھی کہ انگریز بھی ہندوؤں کے ساتھی بن گئے تھے۔ وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق نہ ملیں لیکن قائداعظمؒ نے یہ مقدمہ ایسی قابلیت سے لڑا کہ ملک آزاد ہوا تو مسلمانوں کو پاکستان مل گیا اور وہ اس قابل ہو گئے کہ عزت اور شان کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

اسد: امی جان! پاکستان حاصل کرنا' ایک نیا ملک بنانا قائداعظمؒ کا واقعی ایک کارنامہ ہے۔

امی: بیشک بیشک! بات یہ ہے کہ اللہ پاک بعض لوگوں کو خاص خوبیاں دے کر بہت بڑے کام کرنے کے لیے پیدا کرتا ہے۔ ہمارے قائداعظمؒ دنیا کے انہی عظیم لوگوں میں سے تھے۔ انگریز اور ہندو اپنی طرف سے پورا پورا زور لگا رہے تھے کہ پاکستان نہ بنے لیکن قائداعظمؒ نے اپنی بے مثال قابلیت اور بہادری سے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ 14 اگست 1947ء کو یہ عظیم اسلامی ملک بن گیا اور ایسی شان سے دنیا کے نقشے پر ابھرا جیسے سورج نکلتا ہے۔ قائداعظمؒ اس ملک کے گورنر جنرل بنے اور ایسی قابلیت سے انتظام کیا کہ دشمن حیران رہ گئے۔ انہوں نے فرمایا تھا پاکستان قائم رہنے کے لیے بنا ہے اور قیامت تک قائم رہے گا اور انشاء اللہ ان کی یہ بات پوری ہوگی۔ ہمارا پیارا وطن ہمارا عظیم وطن دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے گا اور مقدس دین اسلام کی روشنی اس کی سرحدوں سے نکل کر پوری دنیا کو منور کرے گی۔

اسد: ''امی جان! میں نے سنا ہے حضرت قائداعظمؒ کی ان کوششوں میں ان کی عظیم بہن محترمہ فاطمہ جناحؒ جی جان سے شامل رہیں۔

امی: ''یہ بات بالکل ٹھیک ہے بیٹے فروری 1929ء میں قائداعظمؒ کی بیوی رتن بائی کا انتقال ہو گیا تھا۔ قائداعظمؒ کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ ایسے وقت میں محترمہ فاطمہ جناحؒ ان کی مدد کے لیے آ گئیں۔ انہوں نے گھر کے انتظامات بھی سنبھالے اور پاکستان بنانے کی کوششوں میں بھی ان کا ساتھ دیا۔ اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان حاصل کرنے

کی کوشش میں اس عظیم خاتون کا بھی بہت حصہ ہے اور اسی لیے انہیں مادرِ ملت کہا جاتا ہے۔ ان دونوں بہن بھائی اور ان کا ساتھ دینے والوں نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان ان کی تعریف کرتے ہیں۔ میں تو یہ بات پورے یقین سے کہتی ہوں کہ اگر قائداعظمؒ کچھ دن اور زندہ رہتے تو ان کی زندگی ہی میں پاکستان دنیا کا مثالی اسلامی ملک بن جاتا لیکن اللہ کے کام نرالے ہیں۔ 11 ستمبر 1948ء کو ان کا انتقال ہوگیا اور پیارے بیٹے اب یہ کام تمہیں اور تمہارے ساتھی پاکستانی بچوں کو کرنا ہے کہ ہمارا پیارا پاکستان دنیا کا عظیم اسلامی ملک بنے اور یہ کام پورا کرنے کی بالکل آسان ترکیب یہ ہے کہ تم سب علم حاصل کرکے خوب قابل بنو اور اپنے دین اسلام کے حکموں پر عمل کرکے ہر لحاظ سے اچھے بن جاؤ۔ وعدہ کرو کہ تم ایسا ہی کرو گے''۔

اسد: ''میں وعدہ کرتا ہوں امی جان کہ انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا''۔ ساتھ ہی اس کی امی نے بھی انشاء اللہ کہا اور اسے خوب پیار کیا۔

☆☆☆